

حکم ران کی اطاعت

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره ، ما لم يؤمر بمعصية ، فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة .))
(صحيح البخاري، رقم الحديث : ٧١٤٤ ، صحيح مسلم، رقم الحديث : ١٨٣٩)

”مسلمان کے لیے امیر کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ ان چیزوں میں بھی جنہیں وہ پسند کرے اور ان میں بھی جنہیں وہ ناپسند کرے، جب تک اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر ان کی سمع و اطاعت ضروری نہیں۔“

اسوہ خلیل

”اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست ٹھہرایا۔“ (نساء: ۱۲۵)

”اور ابراہیم کو ہم نے پہلے سے صحیح فہم دے رکھا تھا، اور ہم اُسے جانتے تھے (کہ وہ اس کا سزاوار ہے) جب اُس نے اپنے باپ اور قوم کو مخاطب کر کے کہا: یہ کیا مورتیاں ہیں جن پر تم جے بیٹھے ہو۔“ (الانبیاء: ۵۱، ۵۲)

”پھر جب اُس پر رات کا گزر ہوا اُس نے ایک ستارہ دیکھا، پوچھا یہ میرا پروردگار ہے، پھر ایسا ہوا کہ وہ ڈوب گیا، ابراہیم نے کہا: مجھے ڈوبنے والوں سے کوئی محبت نہیں، پھر چمکتے ہوئے چاند پر نظر ڈالی، کہا: یہ رب ہے، پھر جب غائب ہوا تو کہا: اگر میرا پروردگار راہنمائی نہ فرماتا تو میں یقیناً گمراہ لوگوں میں سے ہوتا، پھر جب سورج کو درخشاں پایا، کہا: ہو سکتا ہے یہی رب ہو، یہ سب ستاروں سے بڑا ہے۔ پھر جب یہ بھی نظروں سے اوجھل ہوا، کہا: اے قوم! میں تمہارے مشرک نہ عقیدوں سے بیزار ہوں۔ میں نے تو اپنے چہرے کو اُس ذات کے لیے یکسو کر لیا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے، میں صرف اُسی کا ہوں، اور ہرگز اُن لوگوں میں نہیں جو اُس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔“ (الانعام: ۷۶-۷۹)

کیا تمہیں معلوم نہیں وہ شخص جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں بحث کی محض اس بنا پر کہ اللہ نے اُسے بادشاہت دے رکھی تھی۔ جب ابراہیم نے کہا: میرا پروردگار تو وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے، اس نے پلٹ کر کہا: زندگی اور موت کے اختیارات تو مجھے بھی حاصل ہیں۔ ابراہیم نے کہا: خدا آفتاب کو مشرق کی طرف سے لاتا ہے، تم اُسے مغرب کی طرف سے نکال دکھاؤ، اس پر یہ کافر مہوت ہو کر رہ گیا، اللہ ظالموں کی راہنمائی نہیں کرتا۔“ (البقرہ: ۲۵۵)

”ابراہیم کی قوم کا یہی جواب تھا، انھوں نے کہا: اس کو مار ڈالو یا آگ میں جھونک دو، سو اللہ تعالیٰ نے اُس کو آگ سے بچا لیا، اس میں ان لوگوں کے لیے جو ایمان دار ہیں نشانیاں ہیں۔“ (العنکبوت: ۲۴)

”ہم نے کہا: اے آگ! ابراہیم کے حق میں تو بروہ سلامتی ہو جا۔ اور انھوں نے تو اُس کے ساتھ مکاری کا برتاؤ کیا تھا، ہم نے انھی کو ناکام رکھا۔“ (الانبیاء: ۷۰)

اور ابراہیم نے کہا: میں تمہیں چھوڑ کر اپنے پروردگار کے بتائے ہوئے ٹھکانے کی طرف جاتا ہوں۔“ (العنکبوت: ۲۶)

پھر جب اسمعیل باپ کے ساتھ چلنے پھرنے لگا، ابراہیم نے کہا: بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اسمعیل نے کہا: ابا جان آپ کو جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کیجیے، مجھے اگر خدا نے چاہا آپ صابر پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے اپنے کو خدا کے لیے یک سو کیا اور ابراہیم نے اسمعیل کو اوندھے بل گرایا، ہم نے پکار کر کہا ابراہیم تم نے خواب کی تصدیق کر دی۔“ (الصفت: ۱۰۲-۱۰۵)

”اللہ نے ابراہیم سے کہا: میں تمہیں دنیا بھر کا امام بنانے والا ہوں۔ ابراہیم نے کہا: اور میری اولاد بھی امامت سے بہر مند ہوگی، فرمایا: میرا وعدہ ظالموں سے نہیں۔“ (البقرہ: ۱۲۴)

فہرست

		جواہر پارے ❁	
	حکم ران کی اطاعت	کلمہ طیبہ ❁	
	اسوہ خلیل	اداریہ ❁	
2	(حافظ احمد شاہ)	کامیابی کی کلید	
4	(مولانا ارشد الحق اثری)	تفسیر سورہ فاطر..... (۳۵)	درس قرآن ❁
6	(مولانا حافظ محمد اسحاق حسینی)	اعمال حج اور ان کے احکام..... (۳)	ارکان اسلام ❁
10	(محمد شریف بلخاری)	عشرۃ ذی الحجہ اور عید الاضحیٰ..... فضائل و احکام	احکام و مسائل ❁
18	(مولانا محمد عبدہ ڈالٹ)	عید الاضحیٰ	احکام و مسائل ❁
23	(حافظ ریاض احمد عاقب)	گر آج بھی ہو جو ابراہیم کا سایا پیرا!	اصلاح معاشرہ ❁
27	(محمد سلیم چنیوٹی)	سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور عقیدہ توحید	اصلاح معاشرہ ❁
29	(مولانا ارشد الحق اثری)	مسند الامام ابی حنیفہ للحارثی..... (۳)	تحقیق و تنقید ❁
		شعر و ادب ❁	

کامیابی کی کلید

عراق، مصر، سوڈان اور تیونس کے بعد عالمی طاغوت اب لیبیا کو بھی ریزہ ریزہ کر چکا ہے۔ دانشوروں، خصوصاً مسلمان دانشوروں پر حیرانی ہوتی ہے جو دنیا بھر کو بادشاہت و ملوکیت، جمہوریت اور آمریت کے ناموں سے دیکھتے، پرکھتے اور ان پر تبصرے کرتے ہیں لیکن مسلمان دانشور مسلمان ہونے کے ناطے مسلم امہ یعنی اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے نہ ان پر غور کرتے ہیں اور نہ ہی اس پہلو سے تجزیہ کرتے ہیں بلکہ ذرا غور کیا جائے تو یہ کم ظرف دانشور انسانیت کے ناطے سے بھی مسلمان حکمرانوں کی خوبیوں اور ان کی حکومتوں کی خصوصیات کا جائزہ نہیں لیتے۔ ان کے حواس غمہ پر جمہوریت اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ شب کو ان مربیوں کو اسلام کی نور بھری روشنی نظر آتی ہے اور نہ ہی بعض مسلمان حکمرانوں کی خدمت انسانیت کی دقتی شعائیں ان کو متاثر کرتی ہیں۔ حالانکہ اسلام کے صافی سمندر میں اگر جمہوریت (یعنی عوام کی حاکمیت اعلیٰ) کا ایک بھی کڑوا گھونٹ انڈیل دیا جائے تو اسلام کا بیٹھا سمندر اس سے کڑوا ہو جائے گا کیونکہ اسلام نے مسلمانوں کو کسی نظام کا پابند نہیں کیا بلکہ اسلامی مملکت کو حقوق اللہ کا اہتمام، امر بالمعروف ونہی عن المنکر (یعنی فرائض کے بالقوہ نفاذ) کے علاوہ رفاه عامہ (یعنی رعایا کے امن وامان اور ضروریات زندگی کی فراہمی) کا پابند کیا گیا ہے اور حاکم کے لیے تقویٰ اور اہلیت کی شرط۔ مملکت سعودیہ میں چونکہ پاکستانیوں کا عمرہ، حج کے لیے آنا جانا رہتا ہے اور روزگار کے لیے سعودیہ کے علاوہ شارجہ، ابوظہبی، بحیرہ، عمان اور بعض دیگر ممالک میں بھی بہت سے پاکستانی سکونت پذیر ہیں جو وہاں امن و سکون اور عوام کی عمدہ رفاہی حالت کے معنی شاہد ہیں۔ لیکن کسی دانشور نے کبھی ان کو بیان نہیں کیا۔

کرنل قذافی کی فکری و علمی زندگی سے قطع نظر اس کی لیبیا کی مملکت اور عوام کے ساتھ خیر خواہی اور حسن سلوک کی جو تفصیلات اب اخبارات میں شائع ہونے لگی ہیں، وہ حیرت انگیز ہیں۔ ان کو پڑھ کر دماغ اس شورش کو بغاوت تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ یہ یقیناً سازش ہے اور کثیر الجہات سازش۔ قذافی کا جرم صرف یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ چالیس سال سے اقتدار پر قابض تھا اور بس۔ جبکہ کرنل قذافی کا مسلمان ممالک خصوصاً پاکستان کے ساتھ سلوک نہایت مخلصانہ تھا۔ باقی بعض مسلم ممالک سے اس کا کسی کے ساتھ اگر منافقانہ رویہ تھا یا حریفانہ انداز تو یہ انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ باقی رہا اس کے خیالات یعنی ”گرین بک“ جس میں وہ اپنے خیالات کو صحیح تر جانتے ہوئے نافذ کرتا تھا یہ اس کا ایسا معاملہ ہے جس کے بارے میں اب کچھ بھی کہنے سے گریز کرنا چاہیے کہ وہ اب اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ چکا ہے۔ ہمارے خیال میں طول اقتدار کے باعث کسی دانشور کو کرنل قذافی کو نشانہ تنقید نہ بنانا چاہیے۔ اس کے عبرتناک انجام پر اظہار مسرت کی بجائے اس سے عبرت پکڑنی بلکہ حکمرانوں کو عبرت دلانی چاہیے نیز لیبیا اور دیگر مسلم ممالک کی شورش کو ماضی بعید میں دنیا کی سرد جنگ کے زاویے اور دیوالیہ ہوتے امریکا کے معاشی تنزل کے آئینے میں دیکھنا چاہیے کہ مصر، سوڈان، عراق، تیونس، شام اور لیبیا وہ اسلامی ممالک تھے جن کا سرد جنگ کے دنوں میں جھکاؤ روس کی طرف یا یوں کہہ لیں جنہوں نے امریکا کی بجائے روس کو قابل اعتماد جانا تھا۔ قطع نظر اس بات کے کہ ربط ملت سے کٹ کر ان ممالک کی بیرون دریا موجیں کسی کام نہ آئیں۔ ہمارے خیال میں امریکا اب ان ممالک میں کفر کا بغض لیے ہوئے بغاوت جگا کر اور انارکی پھیلا کر ان اسلامی، اگرچہ نام نہاد ہی کہہ لیں، حکومتوں کو تہ وبالاکر کے سرد جنگ کا غصہ نکال رہا ہے اور دوسرا یہ کہ انتشار و افتراق کو پہلے ہوادے کر اور بعد میں خیر خواہ بن کر ان ممالک کے معدنی ذخائر پر حفاظت کے پرفریب نام سے قبضہ کرنا چاہتا ہے تاکہ اس کے ڈوبتے اقتصادی نظام، گرتی ہوئی معیشت، دیوالیہ ہوتے ہوئے بینکوں اور اس کی تباہ حال تجارت کو کچھ سہارا مل جائے۔ امریکی دیسہ کارپوں کی زد میں آنے والے مسلم ممالک کے اصحاب رائے (Think Tank) کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ دور نہ جائیں، پاکستان کے ساتھ اس کے سلوک کو سامنے رکھیں تو روز روشن کی طرح یہ واضح ہو جائے گا کہ امریکا جس ملک میں جمہوریت قائم کرنے یا تحفظ دینے کے نام پر آن وارد ہوا یہ اس ملک کے لیے آکاس نیل ہی ثابت ہوا۔ اس لیے ان زیر غتاب ممالک کے اہل علم اور اصحاب رائے صرف حکمران دشمنی ہی سامنے نہ رکھیں بلکہ اپنے وطن، سرزمین اور عوام کی ضروریات اور مفادات سے زیادہ امریکا کی اسلام دشمنی اور مسلم امہ سے اس کے مسلمہ بغض کو بھی ملحوظ رکھیں اور بہ نظر غائر

اس کی پالیسیوں کا جائزہ لیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان ممالک کے اصحاب درد اور اہل علم و فضل کے سامنے یہ سب کچھ یقیناً ہوگا تاہم اس شورش سے اگر وہ تینوں کی طرح اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرتے ہوئے اسلام اور اس کے نفاذ کے کارِ خیر کی طرف توجہ فرمائیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ یقیناً مدد فرمائے گا بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اگر ایک ہی حکم کسی غیر مسلم کو راہِ اِذان نہ بناؤ، کو بھی مسلم حکمِ رانِ حرزِ جان بنالیں تو ان شاء اللہ یہی کامیابی کی کلید بن جائے گا۔

اخبارات کے مطابق تینوں میں جمہوری عمل کی طرف رواں دواں کوششوں کے نتیجے میں ”الہضہ“ نامی اسلامی پارٹی نے ووٹوں کی برتری حاصل کر لی ہے جس سے وہ حکومت بنانے کی پوزیشن میں آگئی ہے۔ اس کے بعد آنے والے اخبارات نے یہ خبریں بھی دی ہیں کہ ”الہضہ“ کے فکری مخالف یا اس سے ہارنے والوں نے ”الہضہ“ کے دفاتر پر حملے کرنا شروع کر دیے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ کوئی دل چھوٹا کرنے والی بات نہیں کہ بہت سال قبل جب الجزائر میں جمہوریت کو نازل کیا گیا تھا تو وہاں بھی اسلامی ذہن رکھنے والی جماعت نے کامیابی حاصل کر لی تھی، اس وقت بھی دنیا میں جمہوریت کے پرچار کر امریکا نے اسلام کی برتری قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور کم و بیش اسی طرح فلسطین میں بھی ہوا۔ اب تینوں میں ایسی جمہوریت جس میں اسلامی فکر و عمل برتر ہوں، امریکا کو ہضم کرنا کتنا مشکل یا آسان ہوگا؟، یہ وقت ہی بتائے گا۔ تاہم امریکا سے کسی بھی اور کبھی بھی خیر کی توقع نہیں رکھنا چاہیے۔ مسلم امہ کے مذہبی و سیاسی راہنماؤں کو بڑے دھیان اور باریک نظری سے ⑤ اپنے ہاں کے معاش و اقتصاد میں گھرے ہوئے طبقات ⑥ آزادی فکر و عمل کی طرف مائل نوجوان نسل ⑦ عمل گریز دانشور ⑧ اور وطن فروشوں کے ساتھ مثبت راہِ عمل، حسن سلوک اور ان کی محرومیاں دور کر کے اس سیلابِ بلا کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس سیلاب کی منزل کیا ہے، وہ کسی بھی صاحبِ ادراک سے مخفی نہیں۔ یہ احتیاط اور تدبیریں ہمارے اس ایمان کے قطعاً منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور گھر کی حفاظت خود کرتا رہا ہے اور اب بھی خود ہی کرے گا۔ اس سلسلے میں ہماری تدبیریں اور پالیسیاں تو ہماری سعادت کا باعث ہیں۔

ایک کا فائدہ اور ایک کا نقصان:

حکومت وقت تو سر جھکا کر بڑی تندہی سے دو عالم سے بے نیاز ہو کر اپنے کارناموں یا کروتوتوں میں مصروف ہے جبکہ ستم زدہ عوام سکتے کے عالم میں دائیں بائیں ٹک ٹک دیکھ رہے ہیں لیکن انھیں کوئی مسیحا دکھائی نہیں دے رہا۔ دعویٰ مسیحائی تو آج کل ن لیگ بھی کر رہی ہے لیکن افسوس کہ ن لیگ نے مسیحائی کو وزارت عظمیٰ سے مشروط کر رکھا ہے جبکہ دوسرے اقتدار کے ناقابلِ رشک ایام ان کے سامنے ہیں۔ شریف برادران کے دامن سیاست میں ایک تو ان کی پاکستانیت مسلم ہے۔ دوسرا ایٹمی دھماکے کا جرأت مندانہ قدم اور تیسرا شریف خاندان کا دینی پس منظر ایسے خصائل ہیں جن میں کوئی اور سیاسی خاندان یا سیاسی اور مذہبی جماعت ان کے ہم سر نہیں۔ پنجاب کی حالیہ وزارت اعلیٰ میں ان کا اجلا کردار بھی ان کے مقام و مرتبہ میں اضافے کا باعث ہوا ہے تاہم آئندہ سیاست میں ان کے کردار کا فیصلہ وقت کرے گا ابھی ان پر عوام کا مکمل اعتماد مشکل محسوس ہو رہا ہے۔ ہمارے خیال میں بڑے میاں صاحب اگر بادشاہ گرنے کا اعلان کر دیں تو اس سے سیاست میں بھونچال آ سکتا ہے، دوسرا ن لیگ اپنا سیاسی منشور یا لائحہ عمل صرف ایک نکتے میں محدود کر دے کہ وہ اقتدار میں آ کر توانائی کا بحران یعنی لوڈ شیڈنگ کا حل کر دیں گے تو صرف یہی اُن کی وجہ کامیابی بن سکتا ہے کہ یہ ام الامراض ہے۔

وطن عزیز کے میدانِ سیاست میں تحریک انصاف کے نام سے آج کل تیسرا غبارہ بھی ہوا میں اہر آنے لگا ہے جواب تک خود کرپشن سے مبرا ہونے کا دعوے دار ہے اور ہے بھی مبرا۔ اس لیے کہ وہ اب تک جمہوری سیاست کے مفاداتی سمندر میں اترے ہی نہیں تو ظاہر بات ہے وہ مبرا ہی ہوں گے۔ ان کے لیڈر جناب عمران خان دیانت، امانت اور خدمتِ انسانیت میں نیک نام اور بعض خوش گمانوں کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ جملہ اقتدار میں وہ جب تک داخل نہ ہوں گے تو ان کے بارے میں کوئی پیشین گوئی مناسب نہیں کہ لیں اقتدار انسان کو مسخ اور اقتدار انا کو سان پر چڑھا دیتا ہے۔ باقی رہی دوسری جماعتیں تو وہ اتحاد کے نام سے ان تین بڑی جماعتوں ہی میں سے کسی نہ کسی کی طفیلی رہیں گی بلکہ یہ اعتراف بھی حقیقت ہوگا کہ جماعتیں صرف دو ہیں ایک پی پی پی، دوسری ن لیگ۔ عوام کی خیر خواہی کے نام پر جتنی بھی باقی پارٹیاں میدان میں آئیں گی اس کا فائدہ بھی ایک ہی جماعت کو ہوگا اور نقصان بھی ایک ہی کو اور یہ دونوں جماعتیں اب سب کے سامنے ہیں، کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔

تفسیر سورہ فاطر

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

اس کے علاوہ کوئی اس کا انتظام و انصرام کرنے والا بھی کوئی نہیں۔ اس کے اس تکوینی امور میں سب بے بس ہیں۔ بالفرض ان میں سے کوئی اپنے مقام سے ہٹ جائے تو انھیں تھامنے والا اور کوئی نہیں۔ یہ زمین، چاند، سورج اور ستاروں کی طرح اپنے اپنے مدار میں متحرک ہیں:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَرْنَا مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝﴾

[یس: ۳۸-۴۰]

”اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔ اور چاند، ہم نے اس کی منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک کہ وہ دوبارہ پرانی (کھجور کی) ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ سورج کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔“

سب سیارے بڑی سبک رفتاری سے ایک رخ پر اپنے اپنے مدار میں چل رہے ہیں۔ اور سورج کے بارے میں موجودہ ماہر فلکیات نے یہ محیر العقول انکشاف کیا ہے کہ وہ اپنے پورے نظام شمسی کو لیے ۲۰ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے حرکت کر رہا ہے۔ اس تیزی کے ساتھ چلنے کے باوجود کوئی سیارہ کسی دوسرے سے ٹکراتا نہیں، نہ رفتار میں فرق آتا ہے، نہ اپنا مدار اور اپنا رخ تبدیل کرتا ہے۔ یہ پورے سلیقے سے بندھا ہوا پورا نظام منہ بولتا ثبوت ہے کہ اسے چلانے والا اور اسے قائم رکھنے والا زبردست قوت و قدرت کا مالک ہے۔ اگر اللہ

﴿إِنَّ اللَّهَ يُبْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝﴾ [فاطر: ۴۱]

”بے شک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو اس سے تھامے رکھتا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹیں اور یقیناً اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے بعد کوئی ان دونوں کو نہیں تھامے گا، بے شک وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔“

پہلی آیت میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ آسمان اور زمین بلکہ پوری مخلوق میں سے کسی چیز کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علاوہ کسی نے نہیں بنایا۔ اور جن کو مشرکین نے اللہ کے سوا معبود بنایا ہے اور انھیں اللہ کی بادشاہت میں شریک سمجھ کر اپنی حاجات میں پکارتے ہیں، ان کے بارے میں اس فکر کی کوئی عقلی اور نقلی دلیل نہیں۔ اس آیت میں بھی اسی تناظر میں اللہ کی قدرت کاملہ اور معبودانِ باطلہ کی بے بسی کا بیان ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يُبْسِكُ السَّمَوَاتِ﴾ جس طرح اللہ نے ہی آسمانوں اور زمین کو بنایا۔ اسی طرح اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ اپنے اپنے مقام اور کرہ پر برقرار رہیں۔ اگر بالفرض ان میں سے کوئی ایک اپنے محور سے ہٹ جائے تو پوری دنیا نیست و نابود ہو جائے۔ یہ اپنے اپنے محل و مدار پر قائم ہیں تو صرف اللہ کے حکم سے قائم ہیں۔ اس میں تمھارے کسی شریک کا، خواہ وہ فرشتہ ہو یا نبی، ولی ہو یا دیوتا، کوئی دخل نہیں۔ آسمان و زمین اور اس کے مابین تمام گرات کو سنبھالنا تو کجا، یہ تو اپنے وجود کو سنبھالنے اور برقرار رکھنے پر بھی قادر نہیں۔ انھوں نے کسی کو کیا سنبھالا دینا ہے!

جس طرح اللہ کے علاوہ اس نظام کا اور کوئی خالق نہیں اسی طرح

ہے اور کہا ہے کہ دراصل ”حلم“ کے معنی متانت اور سنجیدگی کے ہیں اور متانت بھی عقل سے آتی ہے۔ اس لیے حلم کا لفظ بول کر عقل مراد لیتے ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿أَمَرَ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَا مُهْمًا بِهَذَا﴾ [الطور: ۳۲]

”یا انھیں ان کی عقلیں اس بات کا حکم دیتی ہیں۔“

نیز دیکھیے ”مفردات“۔ گویا اللہ تبارک و تعالیٰ نہایت بردبار، نہایت متین ہے۔ انتقام کی پوری قدرت کے باوجود قصور وار سے کوئی تعرض نہیں کرتا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی لطیف بات فرمائی ہے کہ عموماً کہا جاتا ہے کہ ”حلم“ اسے کہتے ہیں جو انتقام میں جلدی نہیں کرتا مگر جو انتقام میں جلدی نہیں کرتا اور ارادہ رکھتا ہے کہ موقع آنے پر انتقام لوں گا اسے تو ”حادث“ (کینہ پرور) کہتے ہیں۔ اور اگر وہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ میں بالکل انتقام نہیں لوں گا تو اسے عفو و غفران کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حلیم دراصل اسے کہتے ہیں جو بالکل انتقام کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور نہ ہی اس بارے میں کوئی اظہار کرتا ہو۔ اور اگر انتقام نہ لینے کا اظہار کرے تو اسے ”عفو“ کہتے ہیں۔ اور یہی حلیم و عفو میں فرق ہے۔ (شرح أسماء الحسنی للرازی، ص: ۲۴۹)

گویا حلیم وہ ہے جو قدرت کے باوجود قصور وار سے کوئی تعرض نہ کرے، اور انتہائی اشتعال انگیز بات کو برداشت کرے۔

مشرکین کے شرک کا نتیجہ تو وہی ہونا چاہیے جو فرمایا ہے:

﴿تَكَادُ السَّمُوتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًا أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَكَدَا﴾

[مریم: ۹۰، ۹۱]

”قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔“

مگر ایسا اس لیے نہیں ہو رہا کہ اللہ بڑا ہی بردبار اور نہایت برداشت کرنے والا ہے۔ اور مہلت دیتا ہے کہ پلٹ آئیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔ اللہ بے حد معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

کے علاوہ کوئی اور صاحب اقتدار اور اختیار ہوتا تو یہ نظام برقرار نہ رہتا: ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ [الانبیاء: ۲۲]

”اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا اور معبود بھی ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔“

یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور اسے اپنے اپنے مدار میں تھام رکھا ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ انھیں اپنے مدار میں نہ رکھے تو چشم زدن میں یہ سارا نظام تباہ و برباد ہو جائے، کسی میں کوئی طاقت نہیں کہ اسے تھام رکھے۔

اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ خیال آیا کہ کیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ سوتے ہیں یا نہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک فرشتہ بھیجا۔ اس نے تین دن تک موسیٰ علیہ السلام کو سونے نہ دیا پھر انھیں دو شیشے کی بوتلیں دیں کہ انھیں تھامے رکھو۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نیند آنے لگی اور بوتلیں باہم ٹکرانے ہی لگی تھیں کہ موسیٰ علیہ السلام ہوشیار ہو گئے۔ بالآخر انھیں نیند آ گئی تو بوتلیں ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئیں۔ یوں مثال دے کر موسیٰ علیہ السلام کو سمجھایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ سو جائیں تو آسمانوں اور زمین کو کون سنبھالے گا۔

یہ روایت تفسیر ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابویعلیٰ، ابن مردویہ، الأفراد للدارقطنی اور الأسماء والصفات للبيهقي وغیرہ میں منقول ہے مگر یہ مرفوعاً قطعاً صحیح نہیں نہ ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح ہے۔ جس کی تفصیل العلل المتناہیۃ لابن الجوزی (۱/۲۷، ۲۸)، المیزان (۱/۲۷۶)، البدایۃ (۱/۲۹۳) اور التفسیر لابن کثیر (۱/۳۰۸) میں موجود ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ اسرائیلی روایت ہے اور بنی اسرائیل نے اس کا سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا۔ یوں نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خیال آیا تھا۔

﴿إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا﴾ وہ نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔ ”حلیم“ حلم سے ہے جس کا معنی ہے ایسا ضبط و تحمل کہ غیظ و غضب کے موقع پر بھڑک نہ اٹھے۔ بعض نے اس کا معنی ”عقل“ کیا

اعمال حج اور ان کے احکام

شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحاق حسینی رحمہ اللہ

۱۰۔ اذی الحج اور مشعر الحرام میں وقوف:

ذوالحجہ کی دس تاریخ کو پو پھٹتے ہی فجر کی نماز اندھیرے میں باجماعت پڑھیں۔ اس کے بعد مشعر الحرام میں، جو مزدلفہ میں ایک مشہور مقام ہے، جا کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور دعا مانگنے میں مصروف ہو جائیں۔ کوئی دعا معین نہیں جو چاہیں مانگیں، توبہ واستغفار کریں، لپیک پکاریں اور قرآن کریم کی تلاوت کریں۔

منیٰ کو واپسی:

جب مشعر الحرام میں کھڑے کھڑے اچھی طرح روشنی ہو جائے تو سورج نکلنے سے کچھ پہلے منیٰ کی طرف چل پڑیں۔ یہ مقام مزدلفہ سے تین میل کے قریب ہے۔ راستے میں وادی حُسر آتی ہے جو ایک کھلا میدان ہے۔ اس سے ذرا تیزی کے ساتھ نکلیں کیونکہ یہاں اصحاب فیل پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا۔ اسی وادی میں کسی جگہ اتر کر جھروں پر پھینکنے کے لیے چنے کے برابر یا اس سے کچھ بڑی چھوٹی ستر (۷۰) کنکریاں اٹھالیں۔ یہ کنکریاں، جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا، چار دن میں جھروں پر پھینکیں۔ وادی حُسر سے منیٰ تک کئی راستے جاتے ہیں مگر سنت یہ ہے کہ آپ درمیانے راستے سے آئیں جو سیدھا جمرہ عقبیٰ پر پہنچتا ہے۔ جمرہ عقبہ پہاڑ کے دامن میں پتھر کا ایک مینار ہے۔ اس کے نزدیک نشیبی جگہ میں کھڑے ہوں اور بیت اللہ کو بائیں جانب رکھ کر اس پر ایک ایک کر کے سات کنکریاں ماریں۔ ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہیں، جب کنکریاں مارنے لگیں تو تلبیہ پکارنا بند کر دیں اور اس کے بعد کسی جگہ تلبیہ نہ پکاریں۔

تنبیہ: سات کنکریاں جمع کر کے ایک ہی دفعہ مارنے سے رمی جمار نہیں ہوگی بلکہ دوبارہ کنکریاں مارنا پڑیں گی۔

قربانی:

جب جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارنے سے فارغ ہو جائیں تو اپنا سامان اپنی قیام گاہ پر بہ حفاظت رکھ کر قربان گاہ جائیں۔ وہاں آپ کو ہر طرح کے قربانی کے بے شمار جانور ملیں گے۔ جتنی قربانیاں کرنا چاہیں بے عیب جانور لے کر ذبح کر دیں۔ بہتر ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کریں۔ بھیڑ، بکری اور دنبہ ایک ایک آدمی کی طرف سے اور اونٹ اور گائے تیل میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ بکری، اونٹ اور گائے کا ”مسنہ“ ہونا ضروری ہے ورنہ قربانی نہیں ہوگی۔ وہ جانور جس کے دودانت ٹوٹ کر دوبارہ نکل آئے ہوں ”مسنہ“ کہلاتا ہے۔ بھیڑ، دنبہ اور مینڈھے کے لیے ”مسنہ“ ہونا ضروری نہیں ہے۔ ان کے لیے ایک سال کا ہونا ضروری ہے اس سے کم کی قربانی جائز نہیں۔

اگر کسی نے حج تمتع یا قرآن کیا ہے جس کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہے لیکن وہ قربانی کی طاقت نہیں پاتا تو وہ یوم عرفہ سے پہلے تین روزے رکھے اور سات روزے واپس گھر آ کر رکھ لے۔ یہ دس روزے ہوئے۔ اس طرح قربانی اس سے ساقط ہو جاتی ہے۔

حج امت:

قربانی کے بعد حجامت بنوائیں۔ بہتر یہ ہے کہ کتروانے کے بجائے سر کے بال منڈائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سر منڈانے والوں کے لیے تین دفعہ رحمت کی دعا کی اور سر کترانے والوں کے لیے ایک دفعہ۔ اور وہ بھی صحابہ کے اصرار کرنے کی وجہ سے فرمایا:

”اے اللہ! سر کترانے والوں پر رحم فرما۔“ (بخاری و مسلم)

اپنے سارے بدن کی صفائی کرنے کے بعد احرام کھول دیں،

۴: طوافِ افاضہ کرنا

اگر یہ ترتیب قائم نہ رہ سکے تو کوئی حرج نہیں، تاوان (کفارہ) وغیرہ نہیں دینا پڑے گا۔
قیام منیٰ اور شبِ باشی:

طوافِ افاضہ سے فراغت کے بعد منیٰ میں واپس آ جائیں اور ایامِ تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) کی راتیں یہیں بسر کریں۔ ہر روز دن کو سورج ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر تینوں جمروں (جرہ اولیٰ، جرہ وسطیٰ، جرہ عقبہ) پر درج ذیل طریقے کے مطابق کنکرماریں:

پہلے جرہ اولیٰ کے پاس آئیں جو مسجد خیف کے نزدیک ہے۔ اس کے جنوب میں کھڑے ہو کر سات کنکر ماریں اور ہر کنکر مارتے وقت اللہ اکبر کہیں، پھر آگے بڑھ کر اور جرہ کو پس پشت کر کے کھلے میدان میں قبلہ رخ کھڑے ہو جائیں اور ہاتھ اٹھا کر نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ اتنی دیر دعا میں مصروف رہیں جتنی دیر میں سورہ بقرہ پڑھی جاسکے (تقریباً ایک گھنٹہ)، خوب دل لگا کر توبہ و استغفار کریں اور دین و دنیا کی حاجات طلب کریں۔ اس کے بعد درمیانے جرے پر جنوب مغرب کی طرف کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے سات کنکر ماریں، پھر ذرا آگے ہو کر کھلی جگہ میں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیں اور ہاتھ اٹھا کر اتنی دیر دعا و مناجات میں مصروف رہیں جتنی دیر پہلے جرہ کے پاس مصروف رہے تھے، پھر جرہ عقبہ پر منیٰ کو دائیں جانب اور بیت اللہ کو بائیں جانب رکھ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے سات کنکر ماریں۔ اس کے پاس کھڑے نہ ہوں بلکہ کنکر مارنے کے بعد فوراً واپس چلے جائیں۔

رسول اللہ ﷺ منیٰ سے ۱۳ ذوالحجہ کو رمی جمار کے بعد واپس آئے تھے۔ سنت یہی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ۱۲ تاریخ کو جمروں پر کنکر پھینکنے کے بعد جانا چاہے تو جاسکتا ہے۔ بہتر ہے کہ ۱۲ تاریخ کو ۱۳ کے بھی کنکر پھینک لے۔ ۱۳ ذوالحجہ کو منیٰ سے مراجعت کے بعد اعمالِ حج ختم ہو گئے جب چاہیں اپنے وطن کو واپس ہو سکتے ہیں۔ صرف طوافِ وداع باقی رہ گیا ہے۔

یعنی حلال ہو جائیں۔ حلال ہونے کے بعد مباشرت کے علاوہ احرام کی تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہے۔

عورت کے لیے اپنی چوٹی کے بال بقدر ایک دو انگلی کٹا دینا کافی ہے۔

طوافِ افاضہ:

کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنا لباس بدل لیں، خوشبو لگائیں۔ جہاں تک ہو سکے جلدی مکہ معظمہ پہنچنے کی کوشش کریں اور بطریق معروف بیت اللہ کا طواف کریں۔ اس طواف کو طوافِ افاضہ یا طوافِ زیارت کہتے ہیں۔ یہ طواف حج کا رکن ہے۔ حج کے تین رکن ہیں:

۱: احرام

۲: وقوفِ عرفات

۳: طوافِ افاضہ

ان کے بغیر حج کی تکمیل نہیں ہو سکتی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اس طواف میں رمل اور اضطباع نہیں ہے اور نہ اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا ہے۔ ہاں، اگر کوئی عورت حیض یا نفاس کی وجہ سے یا کوئی شخص وقت کی تنگی کی وجہ سے طوافِ قدوم یا طواف کے بعد سعی نہیں کر سکا تو یہ لوگ سعی بین الصفا والمروہ کر لیں۔ طواف سے فارغ ہو کر حسب دستور مقامِ ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہو کر طواف کی نماز دو رکعت نفل پڑھیں، پھر چاہِ زمزم پر کھڑے ہو کر پانی پیئیں۔ پانی پیتے وقت ترقی، علم، شفاء، مرض یا قرض سے نجات وغیرہ کی دعا مانگیں۔ غرض، وہاں جو دعا مانگیں قبول ہوتی ہے۔ اب کلی طور پر حلال ہو گئے ہیں، حتیٰ کہ مباشرت کی بھی اجازت ہے۔

یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) کو مزدلفہ سے واپس آنے کے بعد حج کے چار کام سرانجام دینا ہوتے ہیں۔ سنت یہ ہے کہ انھیں اسی طرح ترتیب وار ادا کیا جائے:

۱: جرہ عقبہ پر کنکریاں مارنا

۳: قربانی کرنا

۳: حجامت بنوانا اور سر منڈانا

طواف وداع:

یہ طواف باہر کے حجاج کے لیے ہے اہل مکہ کے لیے نہیں۔ اس کے لیے کوئی وقت بھی مقرر نہیں بلکہ جب گھر جانے کے لیے اپنا سامان وغیرہ باندھ کر پوری طرح تیار ہو جائیں تو آخر میں آ کر بیت اللہ کا طواف کریں۔ مقام ابراہیم کے پاس دو گانہ طواف پڑھیں، پھر ملترم (بیت اللہ کا وہ حصہ جو حجر اسود اور دروازہ کے درمیان ہے) میں آ کر بیت اللہ کو چٹ جائیں۔ اپنا سینہ اور رخسار خانہ کعبہ کے ساتھ لگا دیں۔ ہاتھ پھیلا کر غلاف پکڑ لیں اور اپنے آپ کو ذلیل و خوار سمجھ کر نہایت تضرع اور زاری کے ساتھ دعائیں مانگیں، رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنالیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر حجر اسود کو بوسہ دیں۔ اور جس طرح ایک دوست اپنے اپنے دوست سے آبدیدہ ہو کر رخصت ہوتا ہے۔ اسی طرح خانہ کعبہ سے رخصت ہو جائیں۔ اور اپنی قیام گاہ سے اپنا سامان لے کر وطن کی راہ لیں۔

یہ طواف ہر حاجی کے لیے ضروری ہے مگر عورت حیض یا نفاس کے عذر کی وجہ سے طواف کیے بغیر جاسکتی ہے۔

وادی محصب میں شب باشی:

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح آتے وقت وادی محصب میں رات گزاری تھی اسی طرح آپ ﷺ ۱۴ تاریخ کو منیٰ سے واپسی پر بھی یہیں شب باش ہوئے تھے۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز اسی جگہ ادا فرمائی تھی، پھر تھوڑی دیر سو کر آدھی رات کے وقت بیت اللہ کا طواف وداع کر کے مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے تھے۔ آپ بھی اس سنت پر عمل کرنے کے لیے ایسا کر سکتے ہیں۔ یہ اعمال حج میں داخل نہیں ہے۔ اگر کسی سے اس پر عمل نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

زیارت مدینہ منورہ:

صاحب استطاعت حضرات کو حج سے پہلے یا اس سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ طیبہ، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد قبا وغیرہ بابرکت مقامات کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرنا چاہیے۔ حجاز کے اسی خطہ

پاک میں زیادہ تر قرآن حکیم کا نزول ہوا۔ اور ہماری اسلامی زندگی کا اس کے ساتھ گہرا تعلق ہے، ہمیں دولت ایمان یہیں سے ہاتھ آئی۔ کفر و ایمان کے مابین ابتدائی معرکے (احد و خندق) اسی سرزمین پر کیے گئے۔ نور تو حید کو اقتضائے عالم تک پہنچانے کی سکیمیں یہیں تیار ہوئیں، پھر انھیں جامعہ عمل پہنانے کے لیے جیوش اسلام اور عساکر موحدین اسی عظمت والے شہر سے روانہ ہوئے، جن کی مساعی جلیلہ کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا کے آخری اور انتہائی دور کونوں میں بھی شمع تو حید روشن ہے۔ آپ بھی ان مشاہد کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو جلا اور ایمان کو تازگی بخشیں۔

مسنون طریقہ:

مدینہ منورہ جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولاً بالذات مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کا قصد کریں کیونکہ تقرب و حصول ثواب کے لیے جن مقامات کی طرف دور دراز سے سفر کر کے جانے کی شریعت نے اجازت دی ہے وہ صرف تین ہی مقامات ہیں۔ ان میں سے ایک مسجد نبوی بھی ہے۔ ان کے علاوہ بغرض ثواب کسی مقام کے سفر کا اہتمام کرنا شرعاً ممنوع ہے، حدیث پاک میں آیا ہے:

”لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: مسجد

الحرام والمسجد الأقصى ومسجدي هذا.“

(بخاری و مسلم)

یعنی بغرض تقرب و حصول ثواب بجز مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ، کسی مقام کے سفر کا اہتمام نہ کیا جائے۔

پھر چونکہ حضور ﷺ کا مرقد مبارک اور روضہ اطہر مسجد نبوی ﷺ کے ایک کونہ میں ہے، اس لیے لازمی طور پر اس کی زیارت بھی ہو جائے گی۔

حرم مدینہ:

جب مدینہ طیبہ میں وارد ہوں تو وہاں اسی ادب و احترام کو ملحوظ رکھیں جس کا حرم مکہ میں خیال رکھا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے چاروں طرف کئی کئی میل تک کے رقبہ کو حرم قرار دیا

سکھایا تھا اور جسے روز آپ اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں، یعنی:
”السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته“
اور ”اللهم صل على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على إبراهيم..... إلخ“

درویش شریف کے الفاظ اس سے مختلف بھی آتے ہیں، وہ یاد ہوں تو وہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں کے لیے بھی مغفرت اور رفع درجات کی دعا کریں۔ جب اپنے لیے دعا کرنے لگیں تو وہاں سے ہٹ کر مسجد میں آ جائیں اور آپ ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیان قبلہ رخ ہو کر جو چاہیں دعا مانگیں، گناہوں کی معافی، لیکن دین اور دنیا کی ہر چیز اپنے لیے اور اپنے عزیز واقارب کے لیے بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے طلب کریں۔

جب تک مدینہ منورہ میں قیام رہے ہر نماز مسجد نبوی ﷺ میں جماعت کے ساتھ پڑھیں۔ یہاں ایک نماز کا ثواب (مسجد حرام کے سوا) دوسری مسجدوں کی نسبت ہزار گنا (بخاری و مسلم) بلکہ ایک روایت کے مطابق پچاس ہزار گنا ملتا ہے۔ (ابن ماجہ) زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

مسجد قبا:

مدینہ طیبہ سے دواڑھائی میل کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ”قبا“ ہے۔ آنحضرت ﷺ ہجرت کے بعد یہیں تشریف لائے تھے۔ چودہ دن قیام فرمایا۔ اس اثنا میں آپ ﷺ نے یہاں ایک مسجد تعمیر کی تھی جو آج تک مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔ اس مسجد کی قرآن حکیم میں بڑی تعریف اور فضیلت آئی ہے۔ آپ ﷺ ہر ہفتہ یہاں کبھی پیدل اور کبھی سواری پر تشریف لاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے:

”جو شخص گھر سے وضو کر کے مسجد قبا میں صرف نماز پڑھنے کے لیے آئے تو اسے عمرے کے برابر ثواب ملتا ہے۔“

(أحمد، نسائی، ابن ماجہ)

(باقی صفحہ نمبر ۷ پر)

ہے۔ حرم مکہ کی طرح یہاں بھی جدال و قتال کرنا، شکار کھیلنا، درخت کاٹنا، شکاری جانوروں کو خوفزدہ کرنا یا ان کو بھگا کر ان کی جگہ پر قبضہ جمانا حرام ہے۔ جو شخص یہاں شکار کھیلے یا درخت کاٹے، حضور ﷺ نے اس کے سامان چھیننے کی اجازت دی ہے اور آپ ﷺ کے بعد صحابہ نے بھی اسی پر عمل کیا ہے۔

مسجد نبوی ﷺ:

شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ میں آئیں اور وضو کر کے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھیں۔ پھر روضۃ اطہر پر حاضر ہوں اور انتہائی اشتیاق اور محبت کے ساتھ آنحضرت ﷺ پر درود و سلام بھیجیں۔ اور آپ ﷺ کے دونوں اصحاب حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو سلام کہیں۔ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں پر درود و سلام بھیجتے وقت وہی طریقہ استعمال کریں جس پر آپ کے صحابہ کرام عامل تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روضۃ مبارک کے پاس آتے تو کہتے:

”السلام عليك يا رسول الله!“

”اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پر سلام۔“

”السلام عليك يا أبا بكر!“

”اے ابوبکر! آپ پر سلام۔“

”السلام عليك يا أبت!“

”ابا جان! آپ پر سلام۔“

یہ کہہ کر واپس چلے جاتے۔ (مناسک امام ابن تیمیہ)

دوسرے صحابہ کا بھی یہی معمول تھا مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سلام کرتے وقت وہ عموماً ”السلام عليك يا أمير المؤمنين!“ کہتے تھے۔ کسی صحابی سے قبر کو بوسہ دینا یا دیوار کو ہاتھ سے چھونا ثابت نہیں۔ آپ بھی اسی طرح کریں۔ درود و سلام بھیجتے وقت یا اس کے پہلے یا بعد نہ دیوار کو بوسہ دیں نہ جالی کو ہاتھ سے مس کریں بلکہ جب تک چاہیں وہاں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجیں مگر درود و سلام وہی ہو جو آپ ﷺ نے صحابہ کے استدعا پر ان کو

عشرۃ ذی الحجۃ اور عید الاضحیٰ..... فضائل واحکام

(جمع وترتیب: محمد شریف بلغاری، مدرس جامعہ دارالعلوم غواڑی، بلتستان)

ﷺ نے فرمایا: ”جہاد فی سبیل اللہ میں گزارے ہوئے دن بھی ان جیسے نہیں سوائے اس شخص کے کہ جو شہید ہو جائے۔“
ان ایام میں کیے ہوئے اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
(ما العمل فی ایام العشر أفضل من العمل فی هذه) قالوا ولا الجہاد؟ قال: ((ولا الجہاد، إلا رجل خرج یخاطر بنفسه وماله فلم یرجع بشيء)) (بخاری: ۱۴۰/۲)
”عام دنوں میں کیا جانے والا عمل ان دس دنوں میں کیے گئے عمل سے افضل نہیں ہے، لوگوں نے پوچھا: اور جہاد بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، جہاد بھی نہیں، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرے میں ڈال کر نکلا اور اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لوٹا۔“ (یعنی سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔)

عشرۃ ذی الحجۃ کے نویں دن کی فضیلت:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:
(ما من یوم أكثر من أن یعتق اللہ فیہ عبدا من النار من یوم عرفة وإنه لیدنو ثم یراہی بهم الملائکۃ فیقول: ماذا أراد هؤلاء!) (مسلم: ۳۶۶/۳)
”عرفہ سے بڑھ کر کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ بندوں کو آگ سے اتنا آزاد کرتا ہو جتنا عرفہ (نویں تاریخ)

عشرۃ ذی الحجۃ کی اہمیت و فضیلت:
اللہ تعالیٰ نے ذوالحجۃ کے پہلے عشرے کی قسم اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَالْفَجْرِ ۝ وَ لَيَالٍ عَشْر ۝﴾ [الفجر: ۲، ۱]

”قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔“

جمہور مفسرین کے نزدیک دس راتوں سے مراد ذوالحجۃ کی ابتدائی دس راتیں ہیں۔ (فتح القدیر: ۵/۴۳۲)
رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إن العشر عشر الأضحی))

(رواہ أحمد، دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۵۹۹/۴)

یعنی دس راتوں سے مراد وہ دس راتیں ہیں جن میں قربانی کی جاتی ہے۔

عشرۃ ذی الحجۃ کے ایام تمام ایام سے افضل ہیں:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أفضل ایام الدنیا ایام العشر یعنی عشر ذی الحجۃ)) قیل: ولا مثلهن فی سبیل اللہ؟ قال: ((ولا مثلهن فی سبیل اللہ، إلا رجل عقر وجهه فی التراب)) (رواہ البزار وابن حبان وصححه الألبانی فی صحیح الترغیب والترہیب: ۱۱۵۰۔ زاد الخطیب: ۴۷۹/۱)

”دنیا کے سارے ایام کے مقابلے میں دس ایام یعنی عشرۃ ذی الحجۃ، سب سے زیادہ افضل ہے،“ آپ ﷺ سے استفسار کیا گیا کہ اگر اتنے ہی دن جہاد فی سبیل اللہ میں گزارے جائیں تو وہ بھی ان کے برابر نہیں ہیں؟ تو آپ

اس ایک دن کے بدلے میں اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے ستر سال کی مسافت کے بقدر دور کر دیتا ہے۔“
۴: یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) کے روزے کا خاص اہتمام کرنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صیام یوم عرفۃ أحتسب علی اللہ أن یکفر السنۃ الی قبلہ والسنۃ الی بعدہ .“

(مسلم: ۸۱۹/۲، رقم: ۱۱۶۲)

”یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ گزشتہ اور آئندہ دو سال کے گناہ معاف فرمادے گا۔“

۵: ان ایام میں نوافل کثرت سے پڑھنے چاہئیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((إن اللہ تعالیٰ قال: وما یزال عبدي یتقرب إلی بالتواقل حتی أحبہ إلخ“

(بخاری: ۶۵۰۲۔ زاد الخطیب: ۴۸۳/۱)

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کر لیتا ہوں إلخ“

۶: ان ایام میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما من أيام أعظم عند الله ولا أحب إلیه العمل فیہن من هذه الأيام العشر، فأکثروا فیہن من التہلیل والتکبیر والتحمید .“

(رواہ أحمد: ۳۲۳/۹۔ وقال الأرنؤط: صحیح۔

زاد الخطیب: ۴۸۴/۱)

”اللہ تعالیٰ کے ہاں ان ایام سے زیادہ عظمت والے دن اور کوئی نہیں اور عام ایام کی بہ نسبت ان ایام میں کیا جانے والا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے، اس لیے ان ایام میں ”لا إله إلا الله، الله أكبر، اور الحمد لله جیسے اذکار

کے دن آزاد کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ قریب ہوتا ہے اور فرشتوں پر بندوں کا حال دیکھ کر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ کس ارادے سے جمع ہوئے ہیں!“

عشرۃ ذی الحجہ میں کیے ہوئے حج مبرور کی فضیلت:

ہمارے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

((العمرة إلی العمرة کفارة لما بینہما،

والحج المبرور لیس له جزاء إلا الجنة))

(بخاری: ۱۷۷۳/۳)

”عمرہ دوسرے عمرے تک کے درمیانی وقت کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور حج مبرور (وہ حج جس میں از ابتدا تا انتہا نیکیاں ہی نیکیاں ہوں اور آداب حج کو پورے طور پر نبھایا جائے) کی جزا جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔“

عشرۃ ذی الحجہ کے اعمال:

۱: چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا اور چاند نظر آنے پر دعا پڑھنا:

”اللہم أہلہ علینا بالأمن والإیمان والسلامۃ والإسلام ربی وربک اللہ .“

(سنن الدارمی: ۴/۲)

”اے اللہ! یہ چاند ہم پر امن و ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما۔ (اے چاند!) میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔“

۲: مناسک حج و عمرہ کی ادائیگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتِمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ﴾ [البقرہ: ۱۹۶]

”اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے لیے۔“

۳: روزے رکھنے کا اہتمام کرنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما من عبد یصوم یوما فی سبیل اللہ إلا

باعد اللہ بذلک الیوم وجہہ عن النار سبعین

خریفاً .“ (بخاری: ۲۸۴۰۔ مسلم: ۱۱۵۳۔ زاد

الخطیب: ۴۸۲/۱)

”جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ

کثرت سے کیا کرو۔“

۷: ان ایام میں زیادہ سے زیادہ صدقہ و خیرات کرنے کا اہتمام کرنا

چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا انْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خُلَّةَ وَلَا شَفَاعَةً وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [البقرة: ۲۵۴]

”اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت ہے نہ دوستی اور شفاعت۔ اور کافر ہی ظالم ہیں۔“

قربانی کی مشروعیت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنحِرْ﴾ [الکوثر: ۲]

”پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔“

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيَّةٍ الْأَنْعَامِ﴾ [الحج: ۳۴]

”اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں۔“

اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنْ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَحْرُ .)) (بخاری: ۲۲۱/۷، رقم: ۵۵۴۵)

”آج (عید الاضحیٰ کے دن) کی ابتدا ہم نماز (عید) سے کریں گے، پھر واپس آ کر قربانی کریں گے۔“

قربانی کی فضیلت:

قربانی چونکہ عشرہ ذی الحجہ کے آخری دن یعنی دس ذوالحجہ کو کی جاتی ہے، پس ان دس ایام کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں کیا جانے والا کوئی بھی نیک عمل دیگر ایام میں کیے جانے والے اعمال

کی بہ نسبت اللہ کے ہاں زیادہ فضیلت والا اور زیادہ محبوب ہے۔

(بخاری: ۱۴۰/۲)

قربانی کس جانور کی مستحب ہے:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”باب ما يستحب من الأضاحي“ کے تحت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

”ضحی رسول اللہ ﷺ بکبش أقرن فحیل

يأكل في سوادٍ ويمشي في سوادٍ وينظر في

سوادٍ .“ (ترمذی: ۵۴۳/۱، رقم: ۱۴۹۶)

”رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگ والے زمینڈھے کی قربانی فرمائی جو سیاہی میں کھاتا تھا (اس کا منہ سیاہ تھا)، سیاہی میں چلتا تھا (یعنی چاروں پیر سیاہ تھے) اور سیاہی میں دیکھتا تھا (یعنی آنکھوں کے کنارے سیاہ تھے)۔“

قربانی کی نیت رکھنے والے پر پابندی:

قربانی کی نیت رکھنے والے کو عشرہ ذی الحجہ میں حجامت وغیرہ نہیں بنوانا چاہیے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ لَهُ ذَبْحٌ يَذْبَحُهُ إِذَا أَهَلَ هَلَالُ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَأْخُذُ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتَّى يَضْحَى .))

(مسلم: ۲۱۹/۵، رقم: ۵۱۲۱)

”جس کے پاس ذبح کرنے کے لیے جانور ہو اور ذی الحجہ کا چاند نظر آ جائے تو اپنے بال اور ناخن میں سے کچھ نہ کاٹے جب تک قربانی نہ کر لے۔“

ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھیں:

”إِنِّي وَجْهَتُ وَجْهِي لِلذِّي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنَسْكَي مُحِبَّاي وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ . لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ .

اللهم تقبل عني .“ (بخاری: ۲۳۲/۷)

اور قربانی اگر گھر والوں کی طرف سے بھی ہو تو ”اللهم

ولا خرقاء .)) (ترمذی: ۵۴۴/۱، رقم: ۱۴۹۸)
”نہ قربانی کی جائے ایسے جانور کی جس کا کان سامنے سے
کٹا ہو اور جس کا کان پیچھے سے کٹا ہو اور جس کا کان چڑا ہو،
اور جس کے کان میں گول سوراخ ہو۔“

”ولا بتراء .“ (نسائی: ۲۲۴/۳، رقم: ۴۳۷۹)
”جس کی دم کٹی ہو۔“

((نہی رسول اللہ ﷺ أَنْ يَضْحَى بِأَعْضَبِ
الْقُرْنِ .)) (نسائی: ۲۲۵/۳، رقم: ۴۳۸۴)
”رسول اللہ ﷺ نے اس جانور کی قربانی سے منع فرمایا جس
کا سینگ ٹوٹا ہو۔“

قربانی کے جانور کی عمر:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((لا تذبحوا إِلَّا مَسْنَةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ
فَتَذْبَحُوا جَذْعَةً مِنَ الضَّأْنِ .))

(مسلم: ۲۱۰/۵، رقم: ۵۰۸۲)

”مت ذبح کرو قربانی میں مگر منہ (جو دو برس کا ہو کر
تیسرے میں داخل ہوا ہو) البتہ جب تم کو ایسا جانور نہ ملے تو
دبے کا جذعہ کرو (یعنی جو ایک سال کا ہو کر دوسرے میں
داخل ہوا ہو۔)“

مسنہ کی وضاحت:

مسنہ وہ جانور ہے جو قربانی کے لائق ہو۔ اونٹ میں چار برس کا
جانور جو پانچویں برس میں داخل ہوا ہو، گائے بیل میں دو برس کا
جانور جو تیسرے برس میں داخل ہو اور بھیڑ بکری میں دو برس کا جانور
جو تیسرے میں داخل ہو جائے، مسنہ کہلاتا ہے۔ دبے کی جنس میں
جذعہ اس ایک سال کے جانور کو کہتے ہیں جو دوسرے سال میں داخل
ہو۔ (محلی: ۳۶۱/۷۔ زاد المعاد: ۳۱۷/۲)

اگر دو دانٹا (مسنہ) نہ ملے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تقبل عني“ کے بعد ”وعن أهل بيتي“ اور اگر کسی کی
قربانی ذبح کرے تو ”اللهم تقبل عن“ کے بعد اس کا
نام ذکر کرے، پھر ”بسم الله والله أكبر“ پڑھ کر تیز
چھری سے جانور ذبح کر دے۔

قربانی کون سے جانور کی کرنا چاہیے؟

قربانی کا جانور گائے، اونٹ، بھیڑ اور بکری کی جنس سے ہونا
چاہیے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا
رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ [الحج: ۳۴]
”ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر کیے ہیں
تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں (یعنی ذبح
کریں) جو اللہ نے انھیں دے رکھے ہیں۔“

آیت کریمہ میں ﴿بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ سے مراد اونٹ، گائے
اور بھیڑ، بکری ہی ہیں۔ اسی لیے امام نووی رحمہ اللہ نے تمام مسلمانوں
کا اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ قربانی میں صرف یہی جانور کفایت
کر سکتے ہیں۔ (شرح مسلم للنووي: ۱۲۵/۱۳۔ زاد
الخطیب: ۴۹۲/۱)

عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا يضحى بالعرجاء بين ظلعها، ولا
بالعوراء بين عورها، ولا بالمریضة بين
مرضها، ولا بالعجفاء التي لا تنقي .))

(ترمذی: ۵۴۳/۱، رقم: ۱۴۹۷)

”نہ قربانی کی جائے لنگڑے جانور کی کہ ظاہر ہو جس کا لنگڑا
پن، اور نہ کانے کی کہ ظاہر ہو اس کا کان پن، اور نہ ایسے بیمار
کی جس کی بیماری ظاہر ہو، اور نہ ایسے دبے جانور کی جس کی
ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنْ لَا يَضْحَى بِمُقَابِلَةٍ وَلَا مَدَابِرَةٍ وَلَا شَرْقَاءَ

((لا تذبحوا إلا مسنة إلا أن يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضأن.))

(مسلم: ۲۱۰/۵، رقم: ۵۰۸۲)
”مت ذبح کرو قربانی میں مگر منہ (جو دو برس کا ہو کر تیسرے میں لگا ہو) البتہ جب تم کو ایسا جانور نہ ملے تو ذبح کا جذع (جو ایک سال کا ہو کر دوسرے میں لگا ہو) ذبح کرو۔“

کس جانور میں کتنا حصہ لے:

جناب جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”نحرنا مع رسول اللہ ﷺ عام الحديبية البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة.“

(مسلم: ۳۳۶/۳، رقم: ۳۱۸۵)
”ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے سال اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے قربان کی۔“
اونٹ میں دس آدمی بھی شریک ہو کر قربانی کر سکتے ہیں۔

(ترمذی: ۵۴۵/۱، رقم: ۱۵۰۱۔ ابن ماجہ: ۲۱/۳،

رقم: ۳۱۳۱)

اونٹ کو باندھ کر اور کھڑا کر کے نحر کرنا چاہیے:

اونٹ کو باندھ کر اور کھڑا کر کے نحر کرنا مستحب ہے:

”إن ابن عمر أتى على رجل وهو ينحر بدنثه باركة، فقال: ابعثها قياما مقيدة سنة نبيكم ﷺ.“ (مسلم: ۳۳۸/۳، رقم: ۳۱۹۳)

”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کرتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو اٹھا لو اور پیر باندھ دو اور نحر کرو۔ یہ تمہارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔“

قربانی کی استطاعت رکھنے والے پر قربانی کرنا ضروری ہے:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن

مصلانا.)) (ابن ماجہ: ۱۸/۳، رقم: ۳۱۲۳)

”جو قربانی کرنے کی استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے تو ہماری مسجد میں نہ آئے۔“

کس چیز سے ذبح کر سکتا ہے:

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

”إننا لاقو العدو غداً وليست معنا مدى، قال ﷺ: ((أعجل أو أرني ما أنهر الدم وذكر اسم الله فكل، ليس السن والظفر، وسأحدثك: أما السن فعظم وأما الظفر فمدى الحبشة.))

(مسلم: ۲۱۳/۵، رقم: ۵۰۹۲)

ہم کل دشمن سے ملنے والے ہیں اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جلدی کریا (یہ فرمایا کہ) ہوشیاری کر، جو آلہ خون بہا دے اور ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو کھالو، سوائے دانت اور ناخن کے۔ اور میں تجھے بتاؤں گا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ دانت ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔“

چھری تیز کرنا چاہیے:

رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((اشحذیہا بحجر، ففعلت، ثم أخذها وأخذ الكبش، فأضجعه ثم ذبحه.

(مسلم: ۲۱۳/۵، رقم: ۵۰۹۱)

”چھری کو پتھر سے تیز کرلو،“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تیز کر دی تو آپ ﷺ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑا، اس کو لٹایا، پھر اس کو ذبح کیا۔

قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے:

انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کرتا، خود بھی کھاتا اور لوگوں کو بھی کھلاتا، یہاں تک کہ لوگ قربانی کرنے میں فخر کرنے لگے، یعنی تو جیسے دیکھتا ہے ویسے ہو گئے۔“
قربانی نماز عید کے بعد کرنا چاہیے:

قربانی کا جانور نماز عید الاضحیٰ کے بعد ذبح کرنا چاہیے، اگر نماز عید سے پہلے قربانی کرے تو قربانی نہیں ہوگی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((إِنْ أُولَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرُ، فَمَنْ فَعَلَ هَذَا فَقَدْ أَصَابَ سِتْنًا، وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يَقْدَمُهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النَّسْكِ فِي شَيْءٍ.))

(بخاری: ۲۲۹/۷، رقم: ۵۵۶۰)

”آج کے دن کی ابتدا ہم نماز (عید) سے کریں گے، پھر واپس آ کر قربانی کریں گے۔ جو شخص اس طرح کرے گا وہ ہماری سنت کو پالے گا لیکن جس نے (عید کی نماز سے پہلے) جانور ذبح کیا تو وہ ایسا گوشت ہے جسے اس نے اپنے گھر والوں کے کھانے کے لیے تیار کیا ہے، ایسا کرنا کسی بھی طرح قربانی شمار نہیں ہوگا۔“

جو نماز سے پہلے قربانی کرتا ہے وہ بعد میں پھر کرے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يَصْلِيَ فَلْيَعِدْ مَكَانَهَا أُخْرَى، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ.))

(بخاری: ۲۳۱/۷، رقم: ۵۵۶۲)

”جس نے نماز عید سے پہلے قربان کر دیا وہ (نماز کے بعد) اس کی جگہ ایک اور جانور ذبح کرے اور جس نے قربانی ابھی نہ کی ہو وہ جانور ذبح کر دے۔“

قربانی کا گوشت خود کتنا کھائیں اور کتنا تقسیم کریں؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُلُوا مِنْهَا وَأَطْعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ [الحج: ۳۶]

”ضَحَّى النبی ﷺ بکبشین أَمْلَحِينَ فَرَأَيْتَهُ وَاضْعَا قَدَمَهُ عَلَى صَفَاحِهِمَا يَسْمِي وَيَكْبِّرُ فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ.“ (بخاری: ۲۲۸/۷، رقم: ۵۵۵۸)

”نبی کریم ﷺ نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے پاؤں جانور کے اوپر رکھے ہوئے ہیں اور بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ رہے ہیں۔ اس طرح آپ ﷺ نے دونوں مینڈھوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔“

عورت بھی جانور ذبح کر سکتی ہے:

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”إِنْ امْرَأَةٌ ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ فَسَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا.“ (بخاری: ۲۰۱/۷، رقم: ۵۵۰۴۔ ابن ماجہ: ۳۶/۳، رقم: ۳۱۸۲)

”ایک عورت نے بکری پتھر سے ذبح کر لی تو نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے کا حکم فرمایا۔“

تمام گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے:

”ضَحَّى رسول الله ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ بِالْبَقَرِ.“

(بخاری: ۲۲۳/۷۔ رقم: ۵۵۴۸)

”رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔“

ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”كَانَ الرَّجُلُ (عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ) يَضْحِي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَيَأْكُلُونَ وَيُطْعَمُونَ حَتَّى تَبَاهِيَ النَّاسُ فَصَارَتْ كَمَا تَرَى.“ (ترمذی: ۵۴۶/۱، رقم: ۱۵۰۵)

”رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں آدمی اپنی طرف سے اور

” (قربانی کے گوشت سے خود بھی) کھاؤ اور مسکین سوال نہ کرنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔“

معلوم ہوا کہ قربانی کا گوشت اپنی صوابدید سے خود بھی کھا سکتے ہیں اور بھیک نہ مانگنے والے لوگ، رشتہ دار اور دوست احباب کو بھی کھلا سکتے ہیں اور بھیک مانگنے والے غریبوں کو بھی کھلا سکتے ہیں۔ گوشت کو ٹھیک تین حصوں میں تقسیم کرنے کی کوئی صراحت قرآن وحدیث سے نہیں ملتی۔ (دیکھیے قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر حافظ یوسف صلاح الدین، ص: ۹۲۴)

قربانی کا گوشت محفوظ بھی کر سکتے ہیں:

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”كُنَّا نَتَزَوَّدُ لِحُومِ الْأَضْحَى عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ.“

(بخاری: ۲۳۳/۷، رقم: ۵۵۶۷)

”مدینہ پہنچنے تک ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قربانی کا گوشت جمع کرتے تھے۔“

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((كلوا وتزودوا واذخروا.))

(مسلم: ۲۱۶/۵، رقم: ۵۱۰۴)

”کھاؤ اور بچاؤ اور ذخیرہ کرلو۔“

قربانی کرنے کے ایام:

عید الاضحیٰ کے دن، پھر ایام تشریق ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ تک قربانی

کر سکتے ہیں۔ (بخاری: ۲۲۵/۷)

قربانی میں سے قصاب کو اجرت نہیں دینا چاہیے:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”أمرني رسول الله ﷺ أن أقوم على بدنه وأن أتصدق بلحمها وجلودها وأجلتها وأن لا أعطي الجزار منها، قال: نحن نعطيهِ من عندنا.“ (مسلم: ۳۳۵/۳، رقم: ۳۱۸۰)

”مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ میں آپ ﷺ کے قربانی کے اونٹوں پر کھڑا رہوں اور ان کا گوشت اور کھالیں اور جھولیں خیرات کر دوں۔ اور قصاب کی مزدوری اس میں سے نہ دوں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قصاب کی مزدوری ہم اپنے پاس سے دیں گے۔“

قربانی کے گوشت کی منتقلی:

قربانی کا گوشت خود کھا سکتے ہیں، دوست احباب کو ہدیہ دے سکتے ہیں، فقراء میں صدقہ کر سکتے ہیں۔ کھال خود استعمال کر سکتے ہیں، بیچ نہیں سکتے اور غیر مستحق کو نہیں دے سکتے۔ قصاب کو گوشت یا چمڑے سے اجرت نہیں دے سکتے۔ قربانی کا گوشت ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک ملک سے دوسرے ملک مستحقین تک پہنچانے کے لیے منتقل کر سکتے ہیں۔ (فقہ السنۃ: ۳/۳۲۴)

قربانی کا جانور رات کو بھی ذبح کر سکتے ہیں:

قربانی کا جانور رات کو بھی ذبح کر سکتے ہیں۔ جمہور علماء، جن میں ائمہ ثلاثہ بھی ہیں، جواز مع الکراہت کے قائل ہیں۔ کسی بھی صحیح حدیث میں رات کو ذبح کرنے کی ممانعت اور دن میں ذبح کرنے کی فضیلت ثابت نہیں۔ لہذا دن اور رات کے کسی بھی حصے میں ذبح کر سکتے ہیں۔

(نبیل الأوطار: ۱۲۶/۵۔ المحلی: ۳۷۷/۷، ۳۷۹)

عید الاضحیٰ کے مسائل:

❀ عید الاضحیٰ میں قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتدا کرنا افضل

ہے۔ (ترمذی: ۲۱۸/۱، رقم: ۵۴۲۔ رواہ أحمد

وصحیح ابن حبان، سبل السلام: ۸۰/۲)

❀ عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے غسل کر لینا چاہیے۔

(مؤطا: ۸۸/۱، رقم: ۴۲۷)

❀ عید کے لیے مناسب زیب و زینت اور عمدہ لباس پہننا چاہیے۔

(بخاری: ۱۲۷/۲، رقم: ۹۴۸)

❀ نماز عید کھلے میدان (عید گاہ) میں پڑھنی چاہیے۔

(بخاری: ۱۳۳/۲، رقم: ۹۵۶)

✽ نماز عید کے لیے پیدل اور سوار ہو کر جاسکتے ہیں۔

(بخاری: ۱۳۴/۲، باب: ۷)

✽ نماز عید دو رکعت ہے اور خطبہ بعد میں دینا چاہیے۔

(بخاری: ۱۳۶/۲، رقم: ۹۶۴)

✽ نماز عید میں سورہ فاتحہ کے بعد ﴿سبح اسم ربك الأعلى﴾

اور ﴿هل أتاك حديث الغاشية﴾ یا ﴿ق والقرآن

المجید﴾ اور ﴿اقتربت الساعة﴾ میں سے کوئی بھی سورت

پڑھنی چاہیے۔ (ابن ماجہ: ۵۲۹/۱، رقم: ۱۲۸۲، ۱۲۸)

✽ نماز عید سورج کے ایک نیزہ یا دو نیزہ کے برابر نکلنے پر ادا کرنی

چاہیے۔ (بخاری: ۱۳۸/۲، باب: ۱۰)

✽ نماز عید میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ

تکبیرات قراءت سے پہلے کہنی چاہئیں۔

(ترمذی: ۲۱۶/۱، رقم: ۵۳۶، ۵۳۵)

✽ نماز عید کے لیے نوجوان بچیاں، پردہ نشین خواتین، حیض والی

عورتیں سب کو جانا چاہیے اور حیض والی خواتین صرف دعا و خطبہ

میں شریک ہوں۔ (ترمذی: ۲۱۷/۱، رقم: ۵۳۹)

✽ نماز عید کے لیے جانے اور واپس آنے کا راستہ بدلنا چاہیے۔

(ترمذی: ۲۱۸/۱، رقم: ۵۴۱، ۵۴۰)

✽ عید کے دن شرعی حدود میں رہ کر خوشیاں منا سکتے ہیں۔

(ابن ماجہ: ۵۳۳/۱، باب: ۱۶۳)

✽ عید کے دن نماز کھڑی ہونے تک کثرت سے تکبیر کہتے رہنا

چاہیے۔ (فقہ السنۃ: ۳۲۵/۱)

بقیہ اعمال حج اور ان کے احکام

آپ بھی اس سنت پر عمل کر کے اتنا بڑا ثواب حاصل کریں۔

جنت البقیع اور احد:

وقت نکال کر جنت البقیع (مدینہ منورہ کا قبرستان) اور مقام احد میں جا کر شہداء کی قبور کی بھی ضرور زیارت کریں اور یہ تصور لے کر جائیں کہ یہاں اسلام کے وہ نامور جانباز استراحت فرما رہے ہیں جن کی کوششوں کے وجہ سے ہمارے سینوں میں شمع توحید روشن ہے، اور انہی کی مساعی مشکورہ کی بدولت آج ہم اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ وہاں جا کر یوں دعا کریں:

”السلام علیکم یا اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین! أنتم سلفنا ونحن بالآثر، وإنا إن شاء الله بكم للاحقون، ویرحم الله المستقدمین منا ومنکم والمستأخرین، نسأل الله لنا ولكم العافیة. اللهم لا تحرمننا أجرهم ولا تفتننا بعدهم، واغفر لنا ولهم.“ (مناسک امام ابن تیمیہ)

هذا آخر ما أردنا إیراده والله أعلم بالصواب والحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی رسولہ الکریم وآله وأصحابه أجمعین.

دعائے مغفرت

فیاض محمد فضا پر فیض لودھیانوی کی ساس صاحب ۱۱-۱۰-۲۸ بروز جمعہ وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون..... ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ مرحومہ مسلک اہل حدیث پر کاربند بحث مباحث سے پرہیز کرنے اور اسلامی تعلیمات پر سختی سے عمل کرنے والی صابر اور شاکر خاتون تھیں۔ بچوں کو قرآن پڑھاتی رہیں۔ علاقے میں احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی بشری کوتاہیوں کو معاف کر کے ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ مرحومہ کی پانچ بیٹیاں اور دو بیٹوں کو صبر جمیل عطا کرے، آمین ثم آمین۔ (پس ماندگان)

عید الاضحیٰ

مولانا محمد عبدہ رحمہ اللہ

تاکہ تمام اعمال ایک نظام کے ماتحت انجام پذیر ہوں۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے بزبان رسالت چنگانہ نماز اور جمعہ وغیرہ کے اوقات وہی مقرر کیے ہیں جو خاص قرب الہی کے اوقات ہیں اور ان میں انسان پورے انشراح کے عبادت میں مشغول رہ سکتا ہے۔

اس طرح شارع علیہ السلام نے ہمارے اشارہ وحی بعض ایام کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مخصوص کر دیا کہ امت مسلمہ کی تاریخی روایات کا اس کے ساتھ گہرا تعلق تھا اور ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان کیا تھا، پس ان تاریخی روایات کو زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہوا کہ ان ایام کو عبادت کے لیے مقرر کر دیا جاتا، چنانچہ عاشورہ کے دن کا روزہ، رمضان المبارک، عیدین کے ایام اور حج کے شعائر اس مسلک کے جواہر منظومہ ہیں کہ ان میں سے ہر ایک مستقل تاریخ کی یادگار ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ اس وقت صرف عید قربان کی تاریخی حیثیت اور اس کے مسائل کی فہرست آپ کے سامنے رکھنا ہے کہ ہم اس دن کی عظمت سے کما حقہ روشناس ہوں اور اس دن کے اعمال کو طریقہ نبوی کے مطابق ادا کر کے منشاء شریعت کو پورا کریں کہ ع

راہی بجز سنت سرور نتواں یافت

حضرت ابراہیم کی شخصیت:

اس میں شک نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ایسے اولوالعزم اور ذی شان پیغمبر تھے کہ جن کی عظمت اور بزرگی تمام ادیان سماویہ میں مسلم ہے اور ان کو مذہبی لحاظ سے بین الاقوامی شہرت اور مقبولیت حاصل ہے۔ یہود و نصاریٰ اپنے اپنے دین کی صحت کا مدار انہی کو قرار دیتے ہیں اور وہ ملت اسلامیہ کے خصوصیت کے ساتھ مسلم پیشوا اور

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنحِرْ﴾

”پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی دو۔“

عید الاضحیٰ کا معنی:

عید الاضحیٰ کا کلمہ ”عید“ اور ”الاضحیٰ“ دو لفظوں سے مرکب ہے جس کے معنی ”عید قربان“ کے ہیں۔ پس جبکہ اس دن میں بڑا عمل قربانی کرنا ہے تو اسی کے نام سے اس دن کو پکارا گیا۔

ایام السلام کی تاریخی حیثیت:

اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ ہر قوم اپنے تاریخی ایام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اس کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے سال بہ سال ان ایام و اوقات میں خوشی کا اظہار کرتی چلی آئی ہے۔ ظہور اسلام کے وقت اہل فارس میں نور روز و مہرجان (موسم ربیع و خریف) کی دو عیدوں کا رواج تھا۔ دونوں میں وہ خوشی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ ان کی اتباع میں عرب بھی انہی ایام میں خوشی کا اظہار کرتے۔ پس ضروری تھا کہ پیغمبر السلام بھی ان ایام کا تتبع کرتے جو اسلام اور ملت اسلامیہ کی تاریخی روایات کا مظہر ہوں اور ان کی یاد تازہ کرنے کے لیے ان کو معین فرماتے۔

حجۃ اللہ البالغہ کی عبارت کا خلاصہ:

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے عبادت کے ایام و اوقات کا فلسفہ اور اسرار بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس طرح قوم کی ملّی سیاست کی تکمیل کے لیے تمام انتظامی امور کے اوقات و ایام کا معین کرنا ضروری ہوتا ہے کہ اس کے بغیر نظام قائم نہیں رہ سکتا، ٹھیک اسی طرح سیاست شرعیہ کو مکمل کرنے کے لیے بھی ضروری تھا کہ اس کی عبادات و اطاعات کے ایام و اوقات مقرر کر دیے جاتے

قربانی اور نماز عید کی شرعی اہمیت:

چنانچہ پیغمبر اسلام اور صحابہ کرام پورے شوق اور ذوق سے اس سنت کو زندہ رکھا اور اب تک جمہور مسلمین اس کے قائل و فاعل چلے آتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کام اسلام کے اہم احکامات میں سے ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو آیت ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ کی تفسیر بھی یہی کرتے ہیں کہ نماز عید پڑھو اور قربانی کرو۔ جس سے ان ہر دو امور کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ لہذا جو لوگ نماز اور قربانی کو صرف ایک سنت غیر اہم کی حیثیت دیتے ہیں۔ ہم ان سے متفق نہیں ہو سکتے جب کہ آیت میں وجوبی الفاظ کے ساتھ ان دونوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور پھر حضور ﷺ کا قربانی کو اہمیت کے ساتھ بجالانا اور ہمیشہ بجالانا ہمارے دل کو اور زیادہ اطمینان بخشتا ہے۔

قربانی کے حکم میں تمام اہل اسلام شامل ہیں:

بعض نادانف اور کوتاہ بین اس کی اہمیت کو کم کرنے بلکہ اہم تاریخی یادگار کو مٹانے کے لیے قربانی کو خصائص نبوی سے بنانے کی کوشش کرتے ہیں یا کہتے ہیں کہ یہ حکم صرف منیٰ میں حجاج کے لیے ہے، عام مسلمان مکلف نہیں۔ اور مزید اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے حج کے سوا قربانی نہیں کی حالاں کہ ترمذی میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مذکور ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے آ کر سوال کیا:

”الأضحیة، أواجبة هي؟“

”قربانی، کیا یہ واجب ہے؟“

اس کے جواب میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے قربانی کی اور تمام مسلمان کرتے رہے۔ سائل نے جواب کو ناکافی سمجھ کر سوال کو پھر دہرایا تو آپ ﷺ نے کہا: تجھے یہ سمجھنے کے لیے کافی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمان قربانی کرتے آئے ہیں۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ اس سے بھی واضح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دس برس مدینہ میں رہے، برابر قربانی کرتے رہے۔ ان

مقتدا ہیں، چنانچہ قرآن حکیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقائع زندگی کو ایک خاص عظمت و شرف اور اہمیت دی ہے اور دین اسلامی کو ملت ابراہیمی کے مترادف قرار دیا ہے، فرمایا:

﴿دِينًا قَبِيلاً إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ [الأنعام: ۱۶۱]

”صحیح دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے جو ایک ہی خدا کے ہو رہے تھے۔“

عید الاضحیٰ کی تاریخی حیثیت:

اسی عظمت اور بزرگی کے زیر نظر قرآن نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کو اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے تاکہ ان کے اعمال حیات ہمیشہ کے لیے محفوظ رہیں اور امت مسلمہ ان کی اقتدا کرتی رہے، چنانچہ عید الاضحیٰ بھی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایک مخلصانہ عبادت کی یادگار ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو بسواۃ غیر ذی زرع (بے آب و گیاہ زمین) میں لاکر بسایا کہ خدا کی عبادت یقیناً الصلوٰۃ (نماز) بجالائیں تو خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کے فرزند کی قربانی طلب کی تو باپ بیٹا دونوں نے اس قربانی کو خدا کے حضور میں پیش کیا۔ خدا تعالیٰ کو اپنے پیارے بندوں کی یہ ادائیں اس طرح بھاگئیں کہ اس موقع کی ہر حرکت کو ہمیشہ کے لیے قائم کر دیا اور اس کو دائماً زندہ رکھنے کے تمام پیروان دین حنیف پر فرض کر دیا کہ ہر سال حج کریں تاکہ ان کے اندر اسوۂ ابراہیمی جلوہ نما ہو اور ان میں سے ہر زائر وہ سب کچھ کرے جو آج سے کئی ہزار برس پہلے خدا کے دو مخلص بندوں نے کیا تھا، اور جو وہاں نہ پہنچ سکیں وہ اپنی اپنی جگہ یوم عید منائیں اور سنت ابراہیمی (قربانی) کو زندہ رکھنے کے لیے اچھی سے اچھی قربانی اللہ کے سامنے پیش کریں تاکہ اسوۂ ابراہیمی زندہ رہے اور یہ ارشاد الہی صادق ہو:

﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ [مریم: ۵۰]

”ہم نے ان کے لیے اعلیٰ و اشرف ذکر خیر کو باقی رکھا۔“

صاف اور صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص خاصہ نبوی کہے یا آپ ﷺ کے ہمیشہ قربانی کرنے کا انکار کرے تو ع بر آں علم و عقل بباید گریست نادار پر قربانی نہیں:

ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہو کر سوال کرتا ہے کہ مجھے قربانی کا جانور نہ ملا تو کیا اپنی اس دودھیل اونٹنی کو، جو کسی شخص نے گزر اوقات کے لیے دے رکھی ہے، ذبح نہ کر دوں؟ آپ ﷺ اس سائل کے جواب میں فرماتے ہیں:

”ایسا مت کرو بلکہ عید گاہ سے واپس آ کر اپنے بال اور ناخن اور مونچھ کٹوا لو اور اپنے موئے زہار مونڈ لو، اللہ کے یہاں تجھے قربانی کا ثواب مل جائے گا۔“

تو آپ ﷺ نے غریبوں کے لیے خاص صورت میں اس حکم کی تعلیم فرمادی اور امت کے ناداروں کے لیے اس مقدس شعار میں شرکت کا بہترین طریقہ ارشاد فرمایا۔
قربانی نماز کے بعد کرنا چاہیے:

آنحضرت ﷺ پہلے عید کی نماز ادا کرتے اس کے بعد قربانی کرتے اور کراتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ کے خطبہ عید کے الفاظ مبارک یہ ہیں:

”لا یذبحن أحدکم حتی یصلی۔“

”نماز سے پہلے کوئی قربانی نہ کرے۔“

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے چچا نے یہ الفاظ سن کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے تو نماز سے پہلے قربانی ذبح کر لی ہے اس خیال سے کہ بال بچوں اور پڑوسیوں کو جلدی کھلا دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر دوسرا جانور ذبح کرو۔“
عیدین کے آداب:

عبداللہ بن عباس اور ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عید فطر اور عید بقر کے لیے غسل فرمایا کرتے تھے۔ اور نیز حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہم لوگوں

کو ارشاد فرمایا کہ عید کے دن اچھی سے اچھی خوشبو لگا لیا کرو۔ اور آنحضرت ﷺ ہر عید کو عمدہ قسم کی یمنی چادر استعمال فرماتے تھے۔
عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نماز کے لیے جانا چاہیے اور سنت یہ ہے طاق عدد کھجوریں کھائی جائیں، اور بقر عید کے دن بغیر کھائے نماز کو جانا مسنون ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ جب بھی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لیے گھر سے نکلتے تو تمام راستے میں تکبیر و تہلیل پڑھتے جاتے جس کے الفاظ یہ تھے:

”اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا إله إلا الله، الله أكبر

ولله الحمد۔“ (فتح الباری)

اور ترمذی کے الفاظ تکبیر یہ ہیں:

”اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر کبیرا۔“

حافظ ابن حجر نے صرف ان روایات کو ترجیح دی ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیرات صرف نماز کے لیے جاتے ہوئے پڑھنا چاہیں، واپسی میں نہیں بلکہ روایات میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں:

”إذا قضی الصلاة قطع التكبير۔“

”جب آپ ﷺ نماز ختم کر لیتے تو تکبیر پڑھنا بند کر دیتے۔“

نماز کا وقت:

عید الاضحیٰ کی نماز اس وقت جب سورج ایک نیزے کے قریب اور عید الفطر کی جب سورج دو نیزے کے قریب بلند ہو جائے، پڑھنا مسنون ہے۔

نماز کی جگہ:

عیدین کی نماز شہر سے باہر جنگل میں پڑھنا چاہیے تاکہ اسلامی شان و شوکت کا اظہار ہو۔ بارش وغیرہ کے خطرے سے شہر میں بھی جائز ہے۔ عورتوں، مردوں کو سب بچوں سمیت عید گاہ جانا چاہیے حتیٰ کہ حائضہ عورتوں کو بھی مسلمانوں کی دعاؤں اور تکبیروں میں شامل ہونا چاہیے۔ عیدین کی نماز کے لیے پیدل جانا مستحب ہے اور گر وہ در گر وہ ہو کر، تکبیرات پڑھتے ہوئے، اسلام کی شان و شوکت کو

بڑھاتے ہوئے جانا چاہیے۔

نماز کا مسنون طریقہ:

عیدین کی نماز آپ ﷺ بغیر اذان اور اقامت کے شروع کر دیتے۔ اور نماز عید سے پہلے یا بعد میں نوافل وغیرہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ عیدین کی نماز اور عام نمازوں میں صرف اسی قدر فرق ہے کہ اس میں تکبیر تحریمہ کے بعد اور تکبیریں بھی کہی جاتی ہیں۔ یہ تکبیرات پے در پے مگر ٹھہر ٹھہر کر مختصر سکتے کے ساتھ اور دوسری رکعت میں قراءت فاتحہ سے پہلے پانچ تکبیریں کہنا چاہئیں، یعنی ہر دو رکعت میں پہلے تکبیریں کہی جائیں اس کے بعد قراءت، ایسا نہ کرے کہ قراءت اور رکوع کے درمیان یہ تکبیریں کہے۔

ایک روایت اس مضمون کی بھی ہے کہ آپ ﷺ نے قراءت کے بعد اور رکوع سے پہلے تکبیریں کہیں لیکن وہ بے حد ضعیف ہے۔ اس کے راوی محمد بن معاویہ نیشاپوری کے متعلق امام بیہقی لکھتے ہیں:

”رماہ غیر واحد بالكذب۔“

”اس کو کئی ایک نے جھوٹا کہا ہے۔“

اور تکبیر قبل القراءت والی میں بھی اگرچہ کثیر بن عبد اللہ ضعیف ہے لیکن امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں سب سے زیادہ صحیح روایت جو ثابت ہے وہ یہی ہے۔ (ترمذی)

امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارقطنی نے یہ روایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے بھی نقل کی ہے جس کو امام احمد اور علی بن مدینی نے بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

مسنون قراءت:

عیدین کی نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک رکعت میں سورۃ ق اور دوسری میں، اور کبھی دونوں رکعتوں میں، سورۃ اعلیٰ اور غاشیہ آپ ﷺ پڑھا کرتے تھے۔ نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے۔

خطبہ:

آپ ﷺ مردوں کو نصیحت کرنے کے بعد جس جگہ عورتیں بیٹھی ہوتیں وہاں چل کر جاتے ورنہ ان کو بھی نصیحت فرماتے لیکن یہ تب ہے

جب عورتوں کو پہلے خطبے کی آواز نہ پہنچی ہو۔

خطبہ عیدین میں بروایت ابن ماجہ یہ تو ثابت ہے کہ دوران خطبہ میں آپ ﷺ تکبیرات کہتے۔ لیکن جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ خطبہ شروع بھی تکبیرات سے کیا جائے، یہ بات صحیح نہیں اور نہ کوئی صحیح روایت میرے علم میں اس کے متعلق مروی ہے۔

یوم عید اور یوم جمعہ کا اجتماع:

اگر عید جمعہ کے دن آجائے تو پھر جمعہ کی نماز فرض نہیں رہتی۔ اس دن کوئی جمعہ کی نماز نہ پڑھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ عید کے دن روزہ جائز نہیں:

عید کے دن کھانے پینے اور ذکر الہی کے دن ہوتے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان سے ثابت ہے۔ لہذا اس دن روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔

جو الفاظ تکبیرات کے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں ان کو ۹ ذوالحجہ صبح فجر سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ عصر تک کہنا مستحب ہے۔ ایک حدیث بھی آتی ہے:

”زینوا أعبادکم بالتکبیر۔“

”ایام عید کو تکبیر کے ساتھ زینت دو۔“

یعنی کثرت سے تکبیر کا شغل رکھو۔

ذوالحجہ کے عشرۃ اولیٰ کے فضائل:

اللہ رب العزت نے ایام میں سے بعض مہینوں، بعض عشروں، بعض اوقات اور بعض دنوں کو خاص فضیلت سے ممتاز فرمایا ہے۔ جس طرح رمضان کو سال کے تمام مہینوں پر فضیلت دی ہے۔ اسی طرح ذوالحجہ کے عشرۃ اولیٰ کو بھی بہت سے فضائل کے ساتھ ممتاز فرمایا ہے، چنانچہ اسلام کا سب سے آخری اور اہم رکن اسی عشرے کے ساتھ مخصوص ہے اور حدیث میں مروی ہے کہ ان ایام عشرہ میں نیک کام کو اللہ تعالیٰ، جس قدر محبوب رکھتا ہے اور دن میں نہیں رکھتا حتیٰ کہ بعض صورتوں میں جہاد سے بھی افضل اس کو گردانا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دنوں میں کثرت سے اللہ کے ذکر اور تکبیر و تہلیل میں

ہو سکتے ہیں۔

قربانی کی فضیلت:

اس عمل کی فضیلت دیکھیے کہ جانور کے خون کا قطرہ گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ عمل قبولیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔

قربانی کرنے والے کو ہدایت:

صحیح مسلم اور سنن میں ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضور ﷺ نے قربانی کرنے والوں کو یہ ہدایت فرمائی:

”جو شخص قربانی کا سامان کر چکا ہے وہ ذوالحجہ کا چاند نظر آ جانے کے بعد اپنے بال اور ناخن نہ اتارے جب تک قربانی نہ کر لے۔“

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ظلمت و بدعت کے دور میں سنت نبوی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ یہی اصل ایمان ہے۔



جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا تعزیتی اجلاس

سعودی عرب کے ولی عہد سلطان بن عبدالعزیز کی وفات پر ایک تعزیتی اجلاس جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں مولانا محمد یوسف انور، رئیس الجامعہ حاجی بشیر احمد اور پرنسپل جامعہ چوہدری محمد یونس ظفر نے خطاب فرمایا۔

مقررین نے مرحوم ولی عہد کے انتقال پر کہا ہے کہ وہ ایک معاملہ فہم، مدبر اور بیدار مغز عالمی رہنما تھے۔ سلطان بن عبدالعزیز اپنی معتدل حکومتی پالیسیوں اور مدبرانہ فیصلوں کے باعث تمام طبقات میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ عالم اسلام خصوصاً پاکستان سے ان کی محبت ایک مثالی درجے کی تھی۔ ان کی وفات پر خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ ﷺ سے اظہار تعزیت کیا گیا اور مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا کی گئی۔ (شعبہ نشر و اشاعت جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)



مشغول رہو، اور اس عشرے میں ایک دن روزہ رکھنا ایک برس کے برابر ہے۔ اور ایک نیک کام سات سو کے برابر ثواب کا مستحق ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس عشرے میں دونوں تکبیریں کہتے ہوئے بازار میں تشریف لے جاتے۔

اس عشرے میں ۹ ذوالحجہ (یوم عرفہ) کے دن روزہ رکھنے کی خاص فضیلت آئی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، ایک گزشتہ اور دوسرا آئندہ سال۔ اور آنحضرت ﷺ اس دن کا خود بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔

قربانی کا جانور:

قربانی کا جانور موٹا تازہ اور بے عیب ہونا چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکیم دیا کہ جانور خریدتے وقت اس کے کان اور آنکھ کو اچھی طرح دیکھ لیں اور فرمایا کہ کان اگر آگے پیچھے سے چرا ہو یا اس میں چھید ہو تو اس کو قربان نہ کریں۔ دوسری روایت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ہے کہ کن قربانیوں سے پرہیز کرنا چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

”النگڑی جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو، بھنگی جس کا بھیدگان ظاہر دکھائی دے، اور بیمار اور دہلی جس میں بالکل خ نہ ہو۔“

نیز سینگ والے جانور کا سینگ ٹوٹا نہ ہو۔ عمر کے لحاظ سے جانور کا مسنہ (دودانت والا) ہونا ضروری ہے۔ بعض بخاری کی اس حدیث سے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو ایک سال کے بکرے کی اجازت دی، اس عمر کے جانور کو جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو یہ اجازت بحالت اضطراری دی تھی جس میں بعض روایتوں کے الفاظ یہ ہیں:

”لیس لأحد بعدک۔“

یعنی تم قربانی کر لو لیکن تیرے بعد کسی کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔ بھیڑ، بکری کی قربانی ایک آدمی اپنے اور اپنے اہل کی طرف سے کر سکتا ہے لیکن گائے میں سات اور اونٹ میں دس حصے دار شریک

گر آج بھی ہو جو ابراہیم علیہ السلام کا سا ایماں پیدا!

حافظ ریاض احمد عاقب، ملتان

جناب ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو شیریں اور نرم لہجے میں درس توحید سناتے ہیں لیکن باپ کا پیاناہ صبر لبریز ہو گیا۔ درشتی اور سختی کے ساتھ اپنے موحّد بیٹے کو دھمکی لگائی۔ اس کے باوجود محبوب ربّانی علیہ السلام نے پیار و محبت کا دامن نہیں چھوڑا۔ اپنے والد کے لیے ربّ ذوالجلال سے دعا کی:

﴿قَالَ سَلِّمْ عَلَيْنِكَ سَأَسْتَغْفِرُكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا﴾ [مریم: ۴۷]

”فرمایا: تم پر سلام ہو، میں اپنے ربّ سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا، بے شک وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے۔“

بعد ازاں موحّد اعظم علیہ السلام نے اہل بابل کے سامنے صدائے حق بلند کی۔ اہل بابل بتوں کی پوجا پاٹ میں سرگرداں تھے۔ داعی توحید سیدنا ابراہیم علیہ السلام اہل بابل کے مشرکین سے احسن انداز میں بحث و مناظرہ کرتے رہے لیکن انھوں نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دعوت حق ٹھکرا دی۔ صاحب عزم و استقلال، پیغمبر بے مثال دل برداشتہ نہیں ہوئے بلکہ عزم مصمم سے دعوت توحید کا پرچار کرتے رہے کیونکہ وہ مضبوط ارادے کے مالک تھے اور اپنے موقف میں صادق تھے، اسی لیے دعوت حق سے پیچھے نہیں ہٹے۔

ارادے جن کے پختہ ہوں، نظر جن کی خدا پر ہو

تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اب مصلح اعظم نے اہل اقتدار و اربابِ سلطہ کے ایوانوں میں علم توحید بلند کیا اور وقت کے جابر و ظالم حاکم اور خدائی کا دعویٰ کرنے والے متکبر نمرود کو توحید الہی کا درس دیا۔ نمرود مردودِ جدل و مجادلہ اور بحث و مباحثہ پر اتر آیا۔ ادھر ربّ کے خلیل رسول جلیل نے عقلی و نقلی دلائل سے نمرود کو دندان شکن اور مسکت جوابات دیے اور نمرود کے بودے دلائل کی دھجیاں بکھیر دیں۔ وقت کا حکمران موحّد عظیم کے سامنے انگشت بدنداں

محبوب ربّ جلیل، مالک ارض و سما کے خلیل، موحّد اعظم، مصلح کبیر، قاطع شرک و بدعت اور بت شکن پیغمبر جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام تاریخ انسانیت میں وہ عظیم رسول با اصول ہو گزرے ہیں کہ جنھوں نے اپنی پوری زندگی اطاعت الہی، دعوت توحید، اہل اوٹان سے بحث و مناظرہ اور آزمائش و ابتلاء میں بسر کی۔ اس عظیم داعی توحید نے اہل باطل کے ایوانوں میں دعوت حق کا غلغلہ بلند کیا۔

جناب ابراہیم علیہ السلام کی فطرت و جبلت میں اوائل عمر ہی سے رنگ توحید غالب ہو چکا تھا۔ یہ داعی اجل درس توحید کا آغاز اپنے گھر سے کرتے ہیں۔ جناب خلیل اللہ علیہ السلام نے نرم و پیار سے اپنے والد گرامی کو دعوت توحید پیش کی:

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا﴾ [مریم: ۴۲]

”جب انھوں نے اپنے باپ سے فرمایا: اے ابا جان! آپ ان کی پوجا کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟“

جناب ابراہیم علیہ السلام کا دعوت توحید پیش کرنا ہی تھا کہ آپ علیہ السلام کے والد آگ بگولہ ہو گئے، غیض و غضب میں سنگسار کرنے اور جلا وطنی کی دھمکی لگاتے ہوئے یوں بولے:

﴿قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ آتَاكَ مِنَ الْبَرِّ يَأْتِرْ هَيْمًا لِّئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا﴾ [مریم: ۴۶]

”انھوں نے کہا کہ اے ابراہیم! کیا تو ہمارے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے؟ اگر تو (اپنی اس دعوت سے) باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا اور مجھے ایک مدت دراز تک چھوڑ کر الگ ہو جاؤ۔“

رہ گیا اور اس کی زبان سے عالم پریشانی میں ایک لفظ بھی نہیں نکلا:
﴿فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

[البقرة: ۲۵۸]

”پس وہ (نمود) حیران رہ گیا جس نے کفر کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔“

ایک مرتبہ ساری قوم، حاکم وقت اور مذہبی پیشوا میلے کی صورت محفل سجائے ہوئے تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ایسے جلیل القدر، بے باک اور جرأت مند داعی موقع پا کر اہل باطل کے صنم کدہ میں پہنچ گئے۔ بت خانہ پہنچ کر بڑے بت کے علاوہ تمام بتوں کو پاش پاش کیا اور کلہاڑا بڑے بت کے کندھوں پر رکھ کر واپس لوٹ گئے۔

قوم والوں نے واپس لوٹ کر جب معبودانِ باطلہ کو ٹکڑوں میں پایا تو بخ یا ہو گئے اور ایک دوسرے سے دریافت کرنے لگے:

﴿قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَذَا بِالْهَيْتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾ قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ ۝

[الأنبياء: ۶۰، ۵۹]

”کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ ایسا شخص تو یقیناً ظالموں میں سے ہے۔ بولے: ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا جسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔“
جب کانہوں اور سرادرانِ قوم نے یہ سنا تو شدید غیض و غضب کا اظہار کیا اور کہنے لگے:

﴿قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ۝ قَالُوا أَآنتَ فَعَلْتَ هَذَا بِالْهَيْتِنَا يَا بُرْهِيمُ ۝﴾

[الأنبياء: ۶۱، ۶۲]

”انہوں نے کہا: اسے (ابراہیم) لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ سب دیکھ لیں۔ کہنے لگے: اے ابراہیم! کیا تو نے ہی ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے؟“

جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهُمُ كَيْبُورُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنَّ كَانُوا يَنْطِقُونَ ۝﴾

[الأنبياء: ۶۳]

”کہا: بلکہ اس کام کو ان کے بڑے نے انجام دیا ہے۔ تم اپنے ان خداؤں سے ہی دریافت کر لو اگر یہ بول سکتے ہوں۔“
جناب ابراہیم علیہ السلام کی اس حجت کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ وہ نہایت شرمساری اور ندامت کے ساتھ کہنے لگے:

﴿لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ ۝﴾ [الأنبياء: ۶۵]

”تو خوب جانتا ہے کہ یہ بولنے والے نہیں ہیں۔“
رب کے خلیل نے انھیں جامع الفاظ میں نصیحت فرمائی کہ جب یہ بت نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں تو پھر یہ تمہارے معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ افسوس تم میں اتنی بھی عقل نہیں ہے:

﴿قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ۝ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝﴾ [الأنبياء: ۶۶، ۶۷]

”کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان (بتوں) کی پوجا کرتے ہو جو تم کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان دے سکتے ہیں۔ تم پر افسوس ہے اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔“

موحد اعظم کا نصیحت آموز درس تو حیدرین کر بھی مشرکین اپنے باطل عقیدے پر ڈٹے رہے۔ ان کے دلوں کی کجی، نفوس کی سرکشی، متمادی ذہنیت اور باطنی خباثت نے انھیں راہِ حق پر چلنے سے روک رکھا۔

اس کے بعد انھوں نے اپنی حماقت اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے مذہب کی تائید و تقویت کے لیے طاقت و اقتدار کا استعمال کیا اور جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی دھمکی دی:

﴿قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا إِلَهُتَكُمْ إِنَّ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ۝﴾ [الأنبياء: ۶۸]

”انہوں نے کہا: ابراہیم کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کرنے والے ہو۔“

اب دلائل و براہین کی قوت کے مقابلے میں مادی طاقت و سطوت کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ والدان کا دشمن، قوم ان کی مخالف اور حاکم وقت کا عتابانہ رویہ، صرف ایک جان اور چاروں طرف سے مخالفت کی آواز،

کر رکھ بن جائے گا اور دعوت و تبلیغ کا قصہ تمام ہو جائے گا لیکن خالق کائنات نے ان کے تمام ناپاک عزائم اور بری تدابیر کو خاک آلود کر دیا۔ وہ جناب خلیل اللہ علیہ السلام کا بال بھی بانکا نہ کر سکے کیونکہ:

”دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر ست“

اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم پیغمبر جناب ابراہیم علیہ السلام کو اہل باطل اور ارباب اقتدار کے شر سے محفوظ رکھ کر بنی آدم کو یہ سبق یاد کرایا کہ جو بھی ہمارے خلیل جیسا ایمان راسخ، جذبہ صادق اور عزم مصمم پیدا کر لے گا اسے بھی دشمنوں کے خطرناک عزائم اور ناپاک منصوبوں سے بچا لیا جائے گا۔

دور حاضر میں امت مسلمہ کے افراد ہر طرف کیوں پریشان و تنگ حال ہیں، کیوں اغیار عیار کے سامنے سرنگوں ہیں، کیوں مظلومیت، مقہوریت اور محکومیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں!!!

آج کے دور میں یہودی پوری دنیا میں کل چودہ ملین، یعنی لگ بھگ ڈیڑھ کروڑ ہیں جبکہ مسلمان تیرہ سولمیں، یعنی ایک ارب تیس کروڑ ہیں۔ اس کے باوجود کرۂ ارضی کی سیاسی اور معاشی باگ ڈور یہودیوں کے ہاتھوں میں ہے۔

آج کتنے ممالک ایسے ہیں جو عیسائیوں کے زیر نگین موت و حیات کی کشمکش میں زندگی کے ایام پورے کر رہے ہیں، بقول اقبال ۔

لے گئے تثلیث کے فرزند میراث خلیل

نحش بنیاد کلیسا بن گئی خاک حجاز!

یہاں مسلمانوں کے عروج و زوال کی تاریخ رقم کرنا مقصود نہیں بلکہ یاد دہانی مطلوب ہے کہ آج مسلمانوں کی حالت کتنی ذلت آمیز ہو چکی ہے، جسے لکھتے ہوئے قلم بھی خون کے آنسو روتا ہے۔ یہ سب ہمارے اعمال کی سزا ہے۔ ہمارے بد عملیوں اور برے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔

آج مسلمانوں کے شب و روز رب ذوالجلال کی نافرمانی میں بسر ہو رہے ہیں۔ ان میں جذبہ اتباع رسول ﷺ ماند پڑ چکا ہے۔ شرک و بدعات اور غلط رسوم و رواج کے دلدادہ ہو چکے ہیں۔ بدگلامی و بد مزاجی، کذب بیانی، فحاشی و عریانی، چوری، سود خوری، دغا بازی، جوا اور قمار بازی، ظلم و ستم، جبر و استبداد، قتل و غارت اور خیانت و خباثت ایسی عادات سیئہ و امور قبیحہ مسلمانوں میں عام ہو چکے ہیں۔ ہر طرف بے چینی، پریشانی اور

دشمنی کے نعرے، نفرت و حقارت میں ڈوبا ہوا سخت انتقام اور خوفناک و بھیانک سزا کے ارادے۔ ایسے کٹھن وقت میں کون ان کا حامی و ناصر اور کون تسلی دینے والا تھا۔ ایسے نازک وقت میں جب تمام مادی وسائل ختم، دنیوی اسباب ناپید اور حمایت و نصرت کے ظاہری ذرائع مفقود ہو چکے تھے۔ جناب خلیل اللہ علیہ السلام کو اس وقت بھی ایک عظیم سہارا حاصل تھا جو تمام سہاروں کا سہارا اور تمام نفرتوں اور قوتوں کا سرچشمہ ہے، وہ تھا اللہ قہار و جبار کا واحد سہارا۔ اس مالک ارض و سما نے اپنے جلیل القدر پیغمبر، قوم کے عظیم المرتبت ہادی کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا بلکہ اس وحدۃ لا شریک نے عالم کفر کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

ہوایہ کہ نمرود اور قوم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سزا کے لیے ایک مخصوص جگہ بنوائی اور ہر جگہ سے ایندھن اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ ایک مدت تک ایندھن اکٹھا کرتے رہے، بالآخر انھوں نے ایک وسیع ہموار جگہ میں وہ تمام جمع شدہ ایندھن رکھ کر اسے آگ لگا دی۔ آگ روشن ہوئی، بھڑکی اور اس کے شعلے آسمانوں کو چھونے لگے۔ اس آگ سے اتنی بڑی بڑی چنگاریاں اڑنے لگیں جو اس سے قبل کبھی کسی نے نہیں دیکھی تھیں۔ جب قوم کو مکمل یقین ہو گیا کہ اب ابراہیم علیہ السلام اس آگ سے نہیں بچ سکتے تب انھوں نے اس موحد اعظم، حق گوداعی اور بے باک مبلغ توحید کو خنثیت (گوپھن) میں بٹھا کر دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا۔ اس وقت محبوب ربانی بے خوف و خطر اپنی زبان سے یہ کلمات ادا فرما رہے تھے:

”حسبنا الله ونعم الوكيل .“

ادھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام آتش نمرود کے شعلوں سے ٹکرائے، ادھر اللہ احکم الحاکمین نے آگ کو حکم دیا:

﴿قُلْنَا يٰ نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ﴾

[الانبیاء: ۶۹]

”اے آگ! تُو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم کے لیے سرتاپا

سلامتی بن جا!“

وہ آگ جس کا کام ہر چیز کو جلا کر رکھ بنا دینا ہے، وہ گل و گلزار اور باعث سلامتی بن جاتی ہے۔ مشرکین نے اقتدار و طاقت کے نشے میں آ کر اس گمان سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نذر آتش کیا تھا کہ وہ جل

ابتدائی نظر آتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے معاشرے کے اندر مختلف برائیوں اور تکلیف دہ مسائل کے کچھ اسباب بتائے تھے جو بعینہ پورے ہو رہے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یا معشر المهاجرین! خمس إذا ابتلיתم بهن وأعوذ بالله أن تدرکوهن.))

”اے مهاجرین کی جماعت! پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو گئے (تو ان کی سزا ضرور ملے گی۔) اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ۔“

۱: ((لم تظهر الفاحشة في قوم قط حتى يعلنوا بها؛ إلا فشا فيهم الطاعون والأوجاع التي لم تكن مضت في أسلافهم الذين مضوا.))

”جب بھی کسی قوم میں بے حیائی (بدکاری وغیرہ) اعلانیہ ہونے لگتی ہے تو ان میں طاعون اور ایسی موزی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان سے پہلوں میں نہیں تھیں۔“

۲: ((ولم ينقصوا المكيال والميزان؛ إلا أخذوا بالسنين وشدة المؤنة وجور السلطان عليهم.))

”جب بھی وہ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں ان کو قحط سالی، روزگار کی تنگی اور ظالم حکمران اُن پر مسلط کر دیے جاتے ہیں۔“

۳: ((ولم يمنعوها زكاة أموالهم؛ إلا منعوا القطر من السماء، ولولا البهائم لم يمطروا.))

”جب وہ اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں ادا کرتے تو ان سے آسمان کی بارش روک لی جاتی ہے۔ اگر جانور نہ ہوں تو انھیں کبھی بارش نہ ملے۔“

۴: ((ولم ينقضوا عهد الله وعهد رسوله؛ إلا سلط الله عليهم عدوا من غيرهم، فأخذوا بعض ما في أيديهم.))

”جب وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا عہد توڑتے ہیں تو ان پر دوسری قوموں میں سے دشمن مسلط کر دیے جاتے ہیں جو ان سے وہ سب چھین لیتے ہیں جو ان کے پاس ہوتا ہے۔“

۵: ((ومالم تحکم أئمتهم بكتاب الله، ويتخيروا

فيما أنزل الله؛ إلا جعل الله بأسهم بينهم.))

”جب بھی ان کے امام (حاکم وقت، قضاۃ) اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے اور اللہ کے نازل کردہ (احکامات) میں سے بہتر (حکم) کی جستجو نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان میں نا اتفاقی ڈال دیتا ہے۔“ (رواہ ابن ماجہ فی الفتن، رقم: ۴۰۱۹ وأبو نعیم فی الحلیۃ: ۳۳۳/۳ والطبرانی فی الأوسط: ۸۷۱ وصححه الشیخ الألبانی فی صحیح الترغیب والترہیب، رقم:

۱۷۶۱ والصحیحة، رقم: ۱۰۶)

رسول اللہ ﷺ نے جو جو معاشرتی برائیاں بیان کی ہیں وہ بعینہ ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے حدیث میں مذکور عذاب الہی ہم پر مسلط ہیں۔ أعاذنا الله من ذلك

اگر ہم عذاب الہی سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمیں شرک و بدعت کی جگہ توحید و سنت کو اپنانا ہوگا۔ دعوت حق، توکل علی اللہ، جرأت واستقامت، جذبہ ایمان، عمل بالقرآن والحدیث ایسی اچھی صفات اپنانا ہوں گی۔ حدیث میں مذکور چھ قباحتوں کو چھوڑنا ہوگا۔ سیرت ابراہیم علیہ السلام پر چلنا ہوگا کہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لیے بہترین آئیڈیل قرار دیا ہے۔ خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، پیغمبر امن و سلامتی سیدنا محمد عربی (فدائہ ابی و امی) ﷺ کی اطاعت و اتباع کرنا ہوگی اور اسلام کے بہترین اصولوں کو اپنانا ہوگا۔

پھر دیکھیے ہمیں کیسے غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرتی، معاشی اور سیاسی احوال کیسے درست ہوتے ہیں، ہماری پریشانیاں کیسے خود بخود ختم ہوتی ہیں۔

اگر ہم تمام مسلمان عامل بالقرآن والسنتہ بن جائیں، اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ پر پختہ ایمان لے آئیں اور پیغمبر ذیشان جناب خلیل الرحمن علیہ السلام کی سیرت و اسوۂ حسنہ اپنالیں تو پھر دیکھیے آگ کیسے گلزار بنتی ہے۔

گر آج بھی ہو جو ابراہیم کا سا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور عقیدہ توحید

محمد سلیم چنیوٹی

خداوندی انھیں ہمیشہ حاصل رہی۔ اُس وقت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کی مخالفت کر کے ایذا میں دینا شروع کر دیں جب آپ علیہ السلام نے ان کے ہاتھوں سے گھڑے ہوئے بتوں کو ایک کلباڑے یا ہتھوڑے سے توڑا۔ پوری قوم اکیلے ابراہیم علیہ السلام سے ٹکرانے پر تل گئی تو انھیں بادشاہ وقت نے آگ کے حوالے کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ نمرود بادشاہ نے جب آگ دہکانے کا حکم دیا اور واقعاً آگ دہکا دی گئی تو ابراہیم علیہ السلام بے خطر آگ میں کود گئے۔ اُدھر آسمان والا رب بھی یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ آگ کا کام تھا جلا دینا اور انسانی جسم کو بھسم کر ڈالنا مگر حکم ربانی ﴿يُنَادِرُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا﴾ کے آگے نمرودی آگ ٹھنڈی پڑ گئی اور ابراہیم علیہ السلام پھولوں کی طرح مسکراتے ہوئے آگ سے بچ گئے۔

یوں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی کئی مرتبہ آزمائش ہوئی۔ اللہ کریم نے ہر آزمائش میں انھیں سرخرو فرمایا۔ گھر سے یہ نکالے گئے، والد نے ان کا بایکاٹ کیا، ظالم بادشاہ نمرود سے مقابلہ ہوا، پھر آخر عمر میں ایک سخت آزمائش آئی کہ اپنی بیوی اور بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو صحرا میں چھوڑنے کا حکم ہوا، پھر اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ باپ اور بیٹے نے حکم خداوندی پورا کر کے ثابت کر دیا کہ اللہ کی رضا ہی میں عافیت و رحمت ہے۔ ان آزمائشوں اور خوش نودیوں میں بھی ایک حکمت کار فرما ہے۔ اور وہ ہے اللہ کریم کا فضل و کرم کہ اللہ پاک نے اپنے بندے ابراہیم علیہ السلام کو بڑے اونچے مرتبے و مقام سے نوازا۔ جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر اور نبی پیدا فرمائے۔ آپ علیہ السلام کا نام قرآن کریم میں ۱۷ مرتبہ آیا۔ آپ علیہ السلام کو صحائف سے نوازا گیا۔ حکم خداوندی سے جہاں اپنی بیوی اور بیٹے کو چھوڑ

اسلامی تقویم کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے اور اختتام ذوالحجہ کے مہینے میں۔ اسلام مذہب ہے قربانیوں کا۔ یکم محرم الحرام کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ اسی محرم کی دس تاریخ کو سیدنا حسین بن علی، گوشہ بتول فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) کی شہادت ہوئی۔ ان کے ہمراہ بہتر (۷۲) افراد امت جن میں حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیگر بیٹے یعنی (ابوبکر، عثمان، عمر، ابنان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے قاسم، حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بھائی اور بیٹے بھی میدانِ کربلا میں جام شہادت نوش کر گئے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا قصہ تا قیام قیامت اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک منفرد حیثیت لیے ہوئے قائم و دائم رہنے والا ہے۔ ذوالحجہ کی دس تاریخ کو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی یاد منانے اور سنت ابراہیمی ادا کرنے کے لیے دنیائے اسلام کے کروڑوں افراد عمل قربانی ادا کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسم گرامی قرآن کریم میں کئی جگہ وارد ہوا ہے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام اپنی جوانی کی عمر ہی سے بت شکن تھے جبکہ آپ علیہ السلام کی قوم ساری کی ساری بت پرست تھی۔ ایک اللہ کو چھوڑ کر اپنی حاجتیں پوری کرنے کے لیے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے مٹی کے گھڑے ہوئے بتوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساری قوم کے اس عقیدے کو ٹھکرا دیا اور ساری قوم کے مقابلے کے لیے تنہا میدان میں کود پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندے کی راہنمائی اور دست گیری یوں فرمائی کہ عقیدہ توحید پر ان کی گرفت مضبوط فرمادی اور اعانت

اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں بھی وہ اپنے مقبول بندوں میں شمار کر لے۔ حج و عمرے، قربانی کرنے کی نعمتیں عطا کرے اور ذوالحجہ کے مبارک مہینے کی عبادت کرنے کی توفیق سے نوازے، آمین یا رب العالمین۔



رشتوں کا بندھن اخلاص کے ساتھ

30 سالہ MSc میٹھ لڑکی - 37 سالہ اکاؤنٹنٹ آفیسر لڑکا - 40 سالہ سیکنڈ میرج پوش ایریا - 30 سالہ جٹ ڈاکٹر - 35 سالہ لیکچرار لڑکی - 26 سالہ سکول ٹیچر لڑکی - 30 سالہ ACCA لڑکا - 28 سالہ سلیز آفیسر - 26 سالہ کمپیوٹر ہارڈ ویئر - 25 سالہ بی کام لڑکا - MSc اور MA بے شمار لڑکیاں تمام اہل حدیث رشتے ہیں۔ کوائف درست ہونا آپ کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔

ملک فخر: 0300-4466705-0321-7290929

اعلان داخلہ

مدرسہ ریاض القرآن والحدیث مجاہد آباد مغل پورہ لاہور میں ایک ماہر و قابل استاذ کی زیر نگرانی تحفیز القرآن کی کلاس جاری ہے۔ لہذا جو طالب علم شوق رکھتے ہوں وہ ۱۱ نومبر تک رابطہ کریں۔ کیونکہ نشستیں محدود ہیں۔ طلباء کی خوراک، رہائش، میڈیکل، ماہانہ وظیفہ مدرسہ کے ذمے ہے۔ (ان شاء اللہ) ناصر محمود: 0333-4286576

ضیاء الرحمن ساجد: 0300-4848499

اظہار تشکر

بزرگ گرامی قدر ماسٹر رحمت اللہ صاحب (ناظم دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث) گزشتہ دنوں وفات پا گئے تھے۔ ان کی وفات پر جن احباب نے ہمارے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ جنازے میں شریک ہوئے یا مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا فرمائی ہم ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ کریم آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

① مولانا طارق جاوید (بیٹا) 0322-7190833

② حافظ محمد اسلم شاہد روی (قربانی عزیز) 0333-4202019

کر آئے تھے وہاں زم زم کا کنواں نکلا اور تاقیامت یہ متبرک پانی مسلمانوں کو نصیب رہے گا اور یہ معجزہ اسماعیل ہمیشہ جاری و ساری رہے گا۔ بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کا شرف بھی سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام کے حصے میں آتا ہے۔ ختنہ کی ابتدا بھی آپ علیہ السلام ہی سے ہوئی۔ پوری ایک سورہ مبارکہ آپ علیہ السلام کے نام سے قرآن کریم میں موجود ہے۔ بیت اللہ کی تعمیر کے وقت جو دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام مانگ رہے تھے، یعنی:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [البقرة: ۱۲۹]

”اے اللہ! اسی قوم میں ایک رسول بھیج جو انہی میں سے ہو، جو پڑھے آیات اور سکھائے حکمت اور قرآن کی تعلیم، انہیں پاک کرے، بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔“

اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کی دعاؤں کو قبول فرمایا۔ شہر مکہ کو فضیلت دی، برکت دی۔ آج مکہ المکرمہ کل عالم میں سب سے زیادہ بارکت، بارع، باکمال شہر ہے۔ دعائے خلیل اللہ علیہ السلام قبول ہوئی، یعنی پیغمبر آخر الزماں جناب محمد رسول اللہ ﷺ آپ علیہ السلام ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی قربانی فرمائی اور اپنے اصحاب کرام علیہم الرضوان کو بھی قربانیاں کرنے کا حکم دیا۔ اصحاب رسول قربانیاں کرتے تھے اور مسکینوں، غریبوں، یتیموں، بے سہارا لوگوں کی خدمت میں قربانی کا گوشت پیش کرتے تھے۔

آج ہم سب مسلمانوں کو قربانی پیش کرنا چاہیے۔ مناسک حج کی استطاعت ہو تو ضرور ادا کرنے چاہئیں۔ عمرے اور حج کی بڑی فضیلت ہے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے صفا و مروہ کی سعی بھی ایک محبوب عمل قرار دیا گیا ہے۔

بیت اللہ شریف اور حرم مکہ کی ساری رونقیں آج سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی کے دم قدم سے قائم ہیں۔ اللہ کریم نے اپنے جلیل القدر پیغمبر اور حنیف بندے کی دعاؤں کو آج کتنا اعلیٰ قبولیت کا مقام دیا ہے کہ اپنی توحید کے متوالوں کو ایسے ہی اعلیٰ مقام سے نوازا جاتا ہے۔

مسند الإمام أبي حنيفة للحارثي

ایک تجزیہ و تبصرہ

مولانا ارشاد الحق اثری (ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد)

خارجہ بن مصعب:

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لا یکتب حدیثہ .“ (اس کی حدیث نہ لکھی جائے)، عبد اللہ بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے میرے باپ نے منع فرمایا کہ میں اس سے کچھ لکھوں۔ ابن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لیس بثقة، لیس بشيء“، نیز انھوں نے ”کذاب“ بھی کہا ہے۔ ابن معین اور ابوداؤد رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ”لیس بشيء“، ابو عمر الہذلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اہل الرائے مسائل ابی حنیفہ کے لیے اسانید بنا کر خارجہ کی کتابوں میں رکھ دیتے تھے اور وہ انھیں روایت کرتا تھا۔ امام ابن مبارک اور کعب رحمہما اللہ نے اسے ترک کر دیا تھا۔ امام نسائی، ابوالاحد الحاکم رحمہما اللہ نے ”متروک، لیس بثقة“ کہا ہے۔ ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ ”مضطرب الحدیث، لیس بقوي“ ہے۔ اس کی حدیث لکھی جائے مگر استدلال کے قابل نہیں، وہ جھوٹا نہیں تھا۔ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے کہ وہ غلطی کرتا تھا، قصداً جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ امام یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ ہمارے تمام اصحاب کے نزدیک ضعیف ہے۔ وہ مدلس بھی تھا حتیٰ کہ غیاث بن ابراہیم وغیرہ جیسے متروک، کذاب اور وضاع سے تدلیس کرتا تھا۔ ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسی بنا پر اس کی حدیث میں موضوع روایات پائی جاتی ہیں۔ ابن جارود، عقیلی، ابن السکن، ابوزرعہ دمشقی ابوالعرب الصقلی وغیرہ رحمہما اللہ نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ (تہذیب: ۷۸-۷۶/۳ وغیرہ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”متروک وکان یدلس عن الکذابين، ویقال إن

ابن معین کذبہ .“ (تقریب، ص: ۸۷)

خارجہ یہ روایت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے معین روایت کرتا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کی روایت قابل اعتبار ہو سکتی ہے؟ بالخصوص جبکہ خارجہ سے تین بار مح کی روایت بھی ہے، جیسا کہ امام ابو نعیم نے مسند ابی حنیفہ میں کہا ہے۔

اسد بن عمرو الجلی:

اولاً: عرض ہے کہ اسد بن عمرو نے خارجہ اور جارود کی طرح ”مسح برأسه مرة واحدة“ کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ ان کے الفاظ ہیں:

”ثم أخذ ماء في كفه فصبه في صلته فتحدرو عنه .“

”پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ہتھیلی میں پانی لیا تو اسے اپنے سر کے اس حصے پر جہاں بال نہیں تھے، ڈالا تو وہاں سے نیچے بہ گیا۔“

یہ مح کی معروف کیفیت نہیں بلکہ ایک اور صورت ہے، اس لیے اسے خارجہ اور جارود کی روایت کی تائید میں پیش کرنا ہی درست نہیں۔ ثانیاً: اسد بن عمرو متکلم فی راوی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ”صدوق، صالح الحدیث“، امام یحییٰ بن معین اور ابن عمار رحمہما اللہ نے ”لا بأس به“ جبکہ امام یحییٰ رحمہ اللہ نے ”صدوق“ بھی کہا ہے۔

ابن سعد نے ”ثقة“، ابن عدی نے کہا: ”لا بأس به“، نیز فرمایا ہے کہ میں نے اس کی احادیث میں کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی، وہ ”مستقیم الحدیث“ ہے۔ امام ابوداؤد نے ”لیس به بأس“ کہا ہے۔

اس کے برعکس امام یحییٰ بن معین ہی کا ایک قول احمد بن سعد بن

”ضعیف“ ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث قابل اعتبار ہے، جیسا کہ امام دارقطنی نے کہا ہے: ”يعتبر به“ تو اس کی روایت قابل استدلال قطعاً نہیں۔ امام ابن عدی کا فرمانا کہ اس کی روایات میں نے کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی۔ یہ ان کی حد تک درست ہے جبکہ امام ساجی نے فرمایا ہے: ”عندہ مناكير“ یعنی اس کے پاس منکر روایات ہیں۔ امام عقیلی رحمہ اللہ اس کی اسی نوعیت کی منکر حدیث ذکر کر کے لکھتے ہیں:

”هكذا حدث أسد بهذا الحديث وقد رواه هشيم بن بشير، وخالد بن عبد الله عن حصين، ولم يذكر هذا التفسير كله، وهؤلاء القوم يتهاونون بالحديث ولا يقومون به، ويصلون بما ليس منه فيفسدون الرواية.“
(الضعفاء الكبير: ۱/۲۴)

”یہ حدیث اسد بن عمرو نے اسی طرح بیان کی ہے جب کہ ہشیم بن بشیر، خالد بن عبد اللہ یہ حدیث حصین سے روایت کرتے ہیں اور یہ تمام تفسیر ذکر نہیں کرتے۔ یہ لوگ حدیث میں تساہل برتتے ہیں، صحیح طور پر بیان نہیں کرتے، ایسی چیز اس میں شامل کر دیتے ہیں جو اس میں سے نہیں ہوتی، یوں وہ روایت کو فاسد کر دیتے ہیں۔“
اتنی واضح اور صاف بات کے بعد اس کی روایات میں نکارت کا انکار کیونکر درست ہے؟

اس کی اسی روایت کو لیجیے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے سبھی روایت کرنے والے سر کے مسح کا ذکر کرتے ہیں مگر اسد بن عمرو پانی کا چلو لے کر سر پر ڈالنے کا ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں، اس لیے
اولاً: تو اسد کی روایت معنًا خارجہ اور جارود کی روایت کے موافق نہیں۔

ثانیاً: اسد بن عمرو اس قابل نہیں کہ اس کی روایت قابل استدلال

ابی مریم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ ”لیس بشيء“ اور جھوٹا ہے۔ یزید بن ہارون فرماتے ہیں: اس سے روایت لینا حلال نہیں۔ امام علی بن مدینی اور بخاری نے ”ضعیف“ کہا ہے اور امام ابن حبان نے کہا ہے: مذہب ابی حنیفہ کے موافق احادیث گھڑتا تھا۔ امام نسائی نے ”لیس بثقة“ اور ”لیس بالقوي“ کہا ہے۔ محدث ساجی فرماتے ہیں: ”عندہ مناكير“ یعنی اس کے پاس منکر روایات ہیں۔ عثمان بن ابی شیبہ نے کہا ہے: ”هو والريح عندهم سواء.“ یعنی ہوا اور وہ محدثین کے ہاں برابر ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں: وہ ”ضعیف“ ہے، مجھے اس کی حدیث پسند نہیں۔ حافظ جوزجانی نے کہا ہے: اللہ نے اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ابن شاہین فرماتے ہیں: حافظ ابن عمار کا قول کہ اسد بن عمرو ”لا بأس به“ ہے، ان کا یہ تزکیہ امام یزید بن ہارون اور امام عثمان کے قول کے مقابلے میں حجت نہیں کیونکہ یزید واسطی، یعنی اس کے ہم وطن ہیں، اور عثمان کوئی ہیں جبکہ ابن عمار موصلی ہے، لہذا یہ دونوں اسد بن عمرو کو ابن عمار سے زیادہ جانتے ہیں۔ ابن عمار سے یہ قول بھی منقول ہے کہ اسد ”ضعیف الحدیث“ ہے۔ ان دونوں اقوال میں تطبیق یوں ہے کہ ”لا بأس به“ سے ان کی مراد ہے کہ وہ قصداً جھوٹ نہیں بولتا۔ جب نظر کمزور ہوئی تو تغیر لاحق ہو گیا اور حافظہ ضعیف ہو گیا۔ (میزان: ۱/۲۰۶، لسان: ۱/۳۸۳، الکامل: ۱/۳۸۹، تعجیل المنفعة: ۱/۲۹۵، المجروحین: ۱/۱۸۰، الجرح والتعديل: ۲/۳۳۷ وغیرہ)

حافظ ابن شاہین نے حافظ ابن عمار کے قول پر امام یزید بن ہارون اور امام عثمان کی جرح کو جو مقدم سمجھا ہے اس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ امام احمد بغدادی ہیں اور اسد بن عمرو بغداد کا قاضی تھا، اس لیے امام احمد اسے خوب جانتے تھے اور وہ اسے ”صدوق، صالح الحدیث“ کہتے ہیں اور اس سے انھوں نے روایت بھی لی ہے۔ صرف امام احمد نے ہی نہیں بلکہ بعض دیگر محدثین نے بھی اسے ”صدوق، لا بأس به“ کہا ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ

میں ایک ہی بار مسح کا ذکر ہے۔ (نصب الرایۃ: ۳۲، ۳/۱) نیز امام بیہقی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو ”توضاً ثلاثاً ثلاثاً“ کے الفاظ ہیں، ان سے امام شافعی نے تکرار مسح پر استدلال کیا ہے۔ یہ روایات مطلق ہیں جبکہ مفسر روایات میں ثابت ہے کہ تکرار مسح راس کی علاوہ باقی اعضاء میں ہے۔ اور غریب اسناد سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تکرار مسح کا ذکر ہے مگر وہ حفاظ کی روایات کے خلاف ہونے کے علاوہ اس درجے کی نہیں کہ ان سے استدلال کیا جائے اگرچہ ہمارے بعض اصحاب نے ان سے استدلال کیا ہے۔ (نصب الرایۃ: ۳۴، ۱/۱) اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایات پر نقد کی تفصیل آپ البنایۃ (۲۴۲، ۱/۱) میں بھی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

سر کے ایک بار مسح کے بارے میں علامہ حلبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”لما روى أصحاب السنن الأربعة عن علي رضي الله عنه في حكاية وضوءه عليه الصلاة والسلام أنه مسح مرة واحدة، وأحاديث عثمان الصحاح تدل على ذلك إلخ“

(غنية المتملی، ص: ۲۳)

”ایک بار مسح اس لیے کہ اصحاب سنن اربعہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مسح کیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صحیح احادیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔“

علامہ حلبی رحمہ اللہ کا یہ بیان بھی علامہ ابن ہمام وغیرہ کا مؤید ہے کہ احناف کے نزدیک اعتبار صرف ایک بار سر کا مسح کرنے کی احادیث کا ہے۔ اور جن روایات میں تین بار مسح کا ذکر ہے وہ یا تو ضعیف ہیں یا وہ ایک ہی پانی سے ایک ہی بار پورے سر کا مسح کرنے پر محمول ہیں۔ استاذ حارثی کا بھی یہی خیال ہے، جیسا کہ اوپر ہم ذکر کر آئے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے ایک بار مسح کے لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے۔ علامہ زیلعی نے فرمایا کہ یہ غریب ہے اور مجھے حضرت انس کی حدیث میں ایک بار مسح کی حدیث نہیں ملی

ہو، لہذا امام ابوحنیفہ سے اس حدیث میں ایک بار مسح راس کی کوئی روایت صحیح یا حسن نہیں بلکہ ان سے تین بار مسح کی روایت ہی منقول ہے اور اسے روایت کرنے میں وہ متفرد ہیں جبکہ ثقات کی جماعت اس میں ایک بار مسح کا ہی ذکر کرتی ہے۔

استاذ حارثی نے امام ابوحنیفہ کی روایت میں تین بار مسح کی تائید میں یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت عثمان، علی، عبد بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث میں بھی تین بار مسح کا ذکر ہوا ہے اور ان کا بھی وہی مفہوم ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ (مسند الحارثی: ۷۶۷/۲)

بلاشبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی بعض روایات میں تین بار سر کے مسح کا ذکر آیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات میں بھی۔ حیرت کی بات ہے کہ احناف کے نزدیک سر کا مسح ایک بار ہے جبکہ شوافع تین بار کو مستحب کہتے ہیں۔ علمائے احناف تین بار مسح کی احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں، چنانچہ علامہ مرغینانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”والذي يروى من التثليث محمول عليه بماء واحد.“

”تین بار مسح کی روایات اس پر محمول ہیں کہ ایک ہی بار پانی سے مسح ہو۔“

علامہ ابن ہمام ”والذي يروى“ کے الفاظ کی شرح میں لکھتے ہیں: ”بالتمريض يشعر بضعفه.“ (فتح القدیر: ۲۲/۱)

یعنی صاحب ہدایہ نے صیغہ تمريض سے ان روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی بھی لکھتے ہیں:

”أجاب أصحابنا عن هذه الأخبار بضعف هذه الأخبار.“ (السعاية: ۱۳۳/۱)

”ہمارے اصحاب نے ان احادیث کا جواب اس طرح دیا ہے کہ یہ احادیث ضعیف ہیں۔“

علامہ زیلعی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایات کے بارے میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صحیح احادیث

صالح، جعفر الاحرار کے مقابلے میں امام ابوحنیفہ کی روایت میں وہم کا انکار محض مجادلہ اور ہٹ دھرمی نہیں تو کیا ہے!

استاذ حارثی کی یہاں رگ حمیت کا اندازہ کیجیے کہ اسی روایت میں امام شعبہ سے ”خالد بن علقمہ“ کی جگہ ”مالک بن عرفطہ“ کا نام آیا ہے۔ امام بخاری، امام احمد، ابو حاتم اور ابن حبان وغیرہ نے فرمایا ہے کہ یہ امام شعبہ کا وہم ہے، صحیح خالد بن علقمہ ہے۔ استاذ حارثی اسی تناظر میں آپ سے باہر ہو گئے ہیں اور فرماتے ہیں:

”ولو كان هذا الغلط من أبي حنيفة لنسبوه إلى الجهالة وقلة المعرفة ولأخرجوه مثلاً من الدين وهذا من قلة الورع واتباع الهوى.“

(مسند: ۷۶۸، ۷۶۹/۲)

”اگر یہ غلطی امام ابوحنیفہ سے ہوتی تو وہ ان کی طرف جہالت اور قلت معرفت کی نسبت کرتے اور انھیں دین سے نکال دیتے اور یہ قلت ورع اور خواہش پرستی کا نتیجہ ہے۔“ حالانکہ محدثین نے تو تین بار مسح کے ذکر کو بھی امام ابوحنیفہ کا وہم ہی کہا ہے اور انھیں نہ جاہل کہا، نہ دین سے نکل جانے کی بات کی ہے۔ دراصل استاذ حارثی کا یہ تبصرہ ”کل إناء يترشح بما فيه“ کا مصداق ہے۔ امام شعبہ سے خطا ہوئی تو اسے چھپایا نہیں، حتیٰ کہ امام دارقطنی نے ہی فرمایا ہے:

”شعبة يخطيء في أسماء الرجال كثيراً لتشاغله بحفظ المتن.“ (تهذيب: ۳۴۶/۴)

”حفظ متون میں زیادہ متوجہ ہونے کی وجہ سے امام شعبہ رحمہ اللہ راویوں کے ناموں میں بہ کثرت خطا کرتے ہیں۔“

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شغل بھی زیادہ فقہ اور قیاس سے تھا۔ ان سے اگر غلطی ہوئی ہے اس میں کوئی اجنبی بات نہیں اور نہ ہی اس پر سب پاهونے کی ضرورت ہے۔



بلکہ اس کی تضعیف اس سے ہوتی ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ (۱۶/۱) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

”كان يمسح على الرأس ثلاثاً، يأخذ لكل مسحة ماء جديداً.“ (نصب الراية: ۳۰/۱)

”وہ سر کا مسح تین بار کرتے، ہر مسح کے لیے نیا پانی لیتے۔“ اس لیے تین بار مسح کی روایات کی تاویل میں ایک ہی پانی سے تین بار مسح مراد لینا محل نظر ہے۔

ہمارا مقصود یہاں سر کے مسح کی تفصیل بیان کرنا نہیں ہے بلکہ صرف یہ بتلانا ہے کہ عموماً علمائے احناف تین بار مسح کی روایت کی تضعیف و تاویل کرتے ہیں جبکہ استاذ حارثی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت میں تین بار مسح کے الفاظ کو درست سمجھتے ہیں، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تین بار مسح کی احادیث کو اس کا مؤید بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں:

”فمن جعل أبا حنيفة غلطاً في رواية المسح ثلاثاً فهو واهم وكان هو بالغلط أولى وأحق.“ (مسند: ۷۶۸، ۷۶۹/۲)

”لہذا جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو تین بار مسح کی روایت میں قصور وار ٹھہراتا ہے وہ خود وہم میں مبتلا ہے اور وہی بالاولیٰ غلطی پر ہے اور غلط ہونے کا زیادہ مستحق ہے۔“

حالانکہ استاذ حارثی نے جن کذاب اور وضاع راویوں کی روایات کی بنا پر امام ابوحنیفہ کی روایت میں ایک بار مسح کا ذکر کیا اور تین بار مسح کی جو تاویل کی ہے اس کی پوزیشن آپ ملاحظہ فرما آئے ہیں۔ حدیث دانی صرف روایات بیان کرنے کا نام نہیں۔ امام ابوحنیفہ کے ایک درجن سے زائد تلامذہ کی روایات کے مقابلے میں جارود بن یزید وغیرہ جیسے راویوں پر اعتماد حدیث کی کون سی خدمت ہے! اسی طرح خالد بن علقمہ کے تلامذہ زائد بن قدامتہ، سفیان ثوری، شعبہ، ابو عوانہ، شریک، ابوالاشہب جعفر بن حارث، ہارون بن سعد، جعفر بن محمد، حجاج بن أرقطہ، ابان بن تغلب، علی بن صالح، حازم بن ابراہیم، حسن بن

دارالدعوة السلفیہ لاہور کے شعبے

”مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ لاہوری“

کے صدقہ جاریہ میں حصہ ڈالیں

علمی و تحقیقی ادارہ ”دارالدعوة السلفیہ“ شیش محل روڈ لاہور کے شعبہ ”مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ لاہوری“ میں مطالعے کے لیے احباب جماعت، اہل علم و قلم خواتین و حضرات تشریف لاتے رہتے ہیں۔ لاہوری میں اہل علم کے بیٹھنے کے لیے میز، کرسیاں اور ڈیسک وغیرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ بعض کرسیاں اور میز مرمت اور بنوائی کے بعد کارآمد ہو سکتی ہیں اور بعض کرسیاں پوشش اور پالش کی محتاج ہیں۔ اس فرنیچر کی مرمت و نگہداشت کے لیے کوئی ایک صاحب یا اہل خیر مل کر تعاون کرنا چاہیں تو یقیناً یہ ان کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ اہل علم و قلم بھی آسانی سے اپنا مطالعہ اور لکھنے پڑھنے کا کام آسانی کر سکیں گے۔

جزاکم اللہ خیراً

اس صدقہ جاریہ میں فوری تعاون درکار ہے۔

دارالدعوة السلفیہ، 31 شیش محل روڈ، لاہور 54000-فون 042-37354406



اعلان تعطیلات عید الاضحیٰ ۱۴۳۲ھ

عید الاضحیٰ ۱۴۳۲ھ کے مبارک موقع پر بسلسلہ تعطیلات (دفتر ہفت روزہ الاعتصام و مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ لاہوری) مورخہ ۶ تا ۱۱ نومبر ۲۰۱۱ء بروز اتوار تاج محل المبارک بند رہیں گے۔ نیز آئندہ شمارہ نمبر ۴۴ مورخہ ۱۱ نومبر کے بجائے ۱۸ نومبر ۲۰۱۱ء کو اشاعت پذیر ہوگا۔ ان شاء اللہ احباب و قارئین نوٹ فرمائیں۔

قارئین الاعتصام کو عید الاضحیٰ ۱۴۳۲ھ کی خوشیاں مبارک

تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ

(ادارہ)